بابک خرمی

حصہ اول

ایک دلچسپ اور نتیجہ خیز تاریخی ناول

مصنفہ

مورخ عصر ادیب دہر مولنا مولوی محمد عبدالحلیم صاحب شرر مدظلہ
ایڈیٹر دلگداز و مصنف تاریخ ارض مقدس و تاریخ سندھ وغیرہ

جو
خاکسار حکیم محمد سراج الحق منیجر دلگداز و ایڈیٹر سخن سنج کے اہتمام سے
سنہ ۱۹۲۴ء میں
دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان
میں چھپ کے شائع ہوا

بار دوم ۱۲۰۰ جلد

قیمت فی جلد ۱۲؍

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

"معتصم! او معتصم! کہان ہے؟"

جن آل ہاشم کے بزرگون نے ۲۲۰ سال پہلے بڑی ناکامی اور انتہا درجے کی شکستہ حالی کے ساتھ مکہ چھوڑا تھا آج نہایت شان وشوکت سے دار السلام بغداد مین بیٹھے ریاست وامارت کا لطف اٹھا رہے ہین۔ اور ساری دنیا اُن کی تابع فرمان ہے۔ اس دار الخلافت کی رونق وآبادی حیرت انگیز درجے تک ترقی کر گئی ہے۔ اور بابل کی رونق وشوکت کی کہانیان امراے عرب کے ہاتھون سے از سر نو زندہ ہو گئی ہین۔ آل عباس کے ساتھ مسند آرایان خلافت دشمنون سے میدان صاف کر کے جو سامان عظمت وجبروت جمع کر گئے ہین اُس سے اُن کا آٹھوان تاجدار معتصم باللہ فائدہ اُٹھا رہا ہے۔ اور سوا دو سو برس کی حیرت انگیز فتحون اور ملک گیریون کا ذخیرہ اور اندوختہ اُسکے پنجۂ قدرت مین ہے۔

پہر دن چڑھے کا وقت ہے۔ دجلے کے کنارے قصر خلافت کے بیرونی پھاٹک کے سامنے والے میدان مین ایک کونے پر چند علماے دین جو دُور دُور سے پکڑ کے لائے گئے ہین زنجیرون مین جکڑے اور قوی ہیکل ترکی سپاہیون کے چوڑے چوڑے تیغون کے سایے مین خائف اور خاموش کھڑے ہین۔ یہ لوگ گوشہ نشین وذی وقار بڑے بڑے عمامے باندھے اور گردنون پر قبائین پہنے ہین۔ ان کی سفید گھاڑھیون پر نور برس رہا ہے جس کا عوام پر اثر پڑتا ہے اور اُن کی اسیری سے گرد وپیش کے تمام لوگ متاثر ہین۔

مقید علما کے مقابل دوسری طرف علاقہ رام ہرمز کا ایک بردہ فروش عجمی عبا وقبا پہنے کھڑا ہے۔ جو پانچ ہزار ترکی غلامون اور لونڈیون کو لا

غلامون مین اچھے اچھے تنومند اور توانا وتندرست نوعمر اور خوش رو لڑکے اور لونڈیون مین علاقۂ غزنہ و ترکستان کی حسین و نوخیز لڑکیان ہین یہ لونڈی غلام نفیس اور زرق برق کپڑے پہنے ہین۔ اور جدا جدا صفین باندھے مودب و خاموش کھڑے ہین۔ اور اُن کے پیچھے بردہ فروش ابن جلبود قصر خلافت کے دو ایک حاجبون اور دربانون سے کھڑا باتین کر رہا ہے۔

قصر کے پھاٹک پر بہت سے امرا و سرداران فوج اور اُنھین مین ملے ہوے بعض علماے دربار کھڑے ہین جو پر تکلف درباری لباس اور فوجی اسلحہ سے آراستہ ہین۔

یکایک ایک باوقار شخص جو زرنگار عمامہ باندھے اور سونے کا عصا ہاتھ مین لیے تھا یہ کہتا ہوا محل کے اندر سے نکلا کہ "ہوشیار! اور ادب سے! ہاشم آل عباس امیرالمومنین المعتصم باللہ رونق افروز ہوتے ہین"۔ یہ صدا سنتے ہی تمام حاضرین دربار دولت مودب ہو گئے۔ فوراً اہل دربار نے اپنی صفین باندھ لین۔ جو لوگ بہ جز علما کو اپنی حراست مین لائے ہین اُن کے افسر تلوارین کھینچ کھینچ کے اپنے گروہ کے آگے ہو گئے۔ لونڈی غلامون کی صفین بھی از سر نو درست اور مرتب کر دی گئین۔ اور ابن جلبود اُن کے آگے آ کے دست بستہ کھڑا ہو گیا۔

اب جلوس شاہی برآمد ہونا شروع ہوا۔ سب کے آگے ایک ترکی غلام کے ہاتھ مین دولت عباسیہ کا سیاہ علم تھا۔ اُس کے پیچھے دس خوش رو دلکش ابرو رومی غلامون کے ہاتھون مین سونے چاندی کی منقش انگیٹھیان تھین جن مین عود و لوبان سلگ رہا تھا۔ جن کے دھوین کی خوشبو سے یک بیک سارا میدان مہک اُٹھا۔ اُن لوگون کے بعد پانچ سو نوعمر ترکی غلامون کا غول آیا۔ یہ سب حمیہ سرخ کے کرتے اور دیبا زرد کے پاجامے پہنے تھے۔ گردن مین سونے کے جڑاؤ ہزگار لٹکے تھے۔ اور سرون پر نیلے اطلس کی دستارین کانون مین موتیون کے گوشوارے

تھے۔ اور ہاتھون مین چھوٹی چھوٹی آبدار تلوارین۔

انھین غلامون کے بیچ مین المعتصم مرصع و زر نگار عمامے مین کلغی لگائے ایک نہایت خوبصورت سبز سے گھوڑے پر سوار اور گرد و پیش کے مجمع پر نظر ڈالتا ہوا آہستہ آہستہ آ رہا تھا۔ چہرہ گورا گورا اور نہایت سرخ و سفید تھا۔ اور سرخی مائل بھوری اور لمبی ڈاڑھی نے بڑی بڑی شربتی آنکھون اور ایسے مغرق و مرصع عمامے پر کبھی ایسی رونق نہ دی ہوگی جیسی کہ معتصم کے رعب دار چہرے پر دے رہی تھی۔ اُسکی صورت دیکھتے ہی سارے مجمع سے "السلام علیک یا امیر المومنین" کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور اسی شور و غل کے درمیان وہ بڑھ کے میدان کے بیچ مین ہونچ گیا۔ گھوڑا روک کے پہلے علماے دربار کی طرف توجہ کی اور ایک مشین و سقطع عالم کی طرف جو اپنے طبقے کے تمام لوگون کے آگے تھا کہا "مولانا ابن داؤد۔ یہ پابزنجیر علما کون ہین؟ اور کہان سے آئے ہین؟"

ابن ابی داؤد "امیر المومنین یہ علماے حدیث مختلف شہرون سے لائے گئے ہین۔ ان کو ہزار سمجھایا اور قائل معقول کیا گیا مگر قرآن کے مخلوق ہونے کو کسی طرح نہین قبول کرتے[عہ]"

معتصم۔ (طیش سے) "آپ سے بھی ان سے بحث ہوئی یا نہین؟"

ابن ابی داؤد "مجھ سے تو گفتگو نہین ہوئی۔ مگر ہمارے اکابر علما جو تمام شہرون مین توحید[عہ] کی تبلیغ کر رہے ہین اُن سے اِن لوگون سے ہفتون بحث رہی اور سمجھانے اور قائل کرنے مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا گیا۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ قائل ہوتے ہین مگر قبول نہین کرتے۔ اور جب ایسی ہی ضد ہے تو میرے سمجھانے کا بھی کیا نتیجہ ہوگا؟"

معتصم "نتیجہ ہو یا نہ ہو مگر آخری مرتبہ آپ کو ان کا بیان لے لینا ضروری ہے حتی المقدور سمجھانے اور نشیب و فراز سمجھانے مین آپ کوئی دقیقہ نہ اُٹھا رکھین۔ اس کے بعد بھی نہ مانین تو اپنی سزا کو پہونچین گے"

عہ یہ آفت مامون کے زمانے سے شروع ہوئی اور معتصم کے زمانے مین بڑھ گئی کہ معتزلہ کا زور تھا جن کا گروہ دربار خلافت مین احمد بن ابی داؤد تھا۔ اور صرف اس ایک مسئلہ پر کہ "قرآن قدیم ہے یا حادث" صدہا علماے کبار گرفتار کر کے پیٹے گئے اور قید کیے گئے جن مین امام احمد بن حنبل کی مصیبت تمام مسلمانون کو ناگوار گزری۔

عہ معتزلہ اپنے آپ کو موحد اور سارے مسلمانون کو مشرک کہتے تھے۔

ابن ابی داؤد: "خود امیر المومنین کے سامنے ان کا اظہار کیا جائے تو مناسب ہوگا۔"

معتصم: "میرے سامنے بحث کرنے سے کیا فائدہ؟ والد کے وفور محبت نے مجھے جاہل اور امی رکھا۔" اتنا کہہ کے معتصم مسکرایا اور کہا، "مکتب میں میرے ساتھ ایک ہم سن غلام بھی پڑھتا تھا جس سے مجھے بڑی محبت تھی۔ اتفاقاً وہ مر گیا۔ والد مرحوم نے یہ خیال کر کے کہ اس کے مرنے کا مجھے صدمہ ہوا ہوگا مجھ سے ملا کے کہا مجھ تمہارا دوست مر گیا؟ میری زبان سے نکلا۔ جی ہاں مر گیا اور کتاب سے اس کا پیچھا چھوٹا یہ سن کے والد ہنسے اور کہا تمھیں پڑھنا ایسا ہی ناگوار ہے تو میں مجبور نہ کرون گا۔ بس اسی دن سے پڑھنا چھوٹا۔ اور میں جاہل رہ گیا۔ بہرحال جس بحث کو میں سمجھ ہی نہین سکتا۔ اس میں میری شرکت کی ضرورت نہین۔"

یہ کہتے ہی معتصم نے دوسری طرف توجہ کی اور غلامون اور لونڈیون کی صفون کو دیکھ کے خوش ہوا سب پر ایک اجمالی نظر ڈالی اور ابھی بردہ فروش کیطرف متوجہ ہو کے کچھ کہنے کو تھا کہ چند اہل بغداد جوش و خروش سے دوڑ کے اس کے قریب آ گئے۔ ایک نے بڑھ کے اس کے گھوڑے کا دہانہ پکڑ لیا۔ اور نہایت ہی طیش کے لہجے میں کہا، "او معتصم! ہمارے شہر سے یہ ترکی غلام[عہ] نہ نکلے تو ہم تجھ سے لڑین گے۔"

یہ الفاظ سنتے ہی متوکل کا گورا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ آنکھون سے شعلے نکلنے لگے مگر اپنے جوش کو دل مین دبا کے نہایت ہی ضبط و متانت کے لہجے مین اس شخص سے پوچھا، "مجھ سے لڑو گے! اچھا لڑنا۔ مگر کیونکر لڑو گے؟"

شخص: "سہام سحرگہی سے ہماری دعائے نیم شبی کے تیرون کو کمزور اور تھوڑا نہ سمجھ"

عہ المعتصم باللہ کا اصلی نام و نسب محمد ابو اسحٰق بن ہارون رشید تھا عہ المعتصم باللہ کو ترکی غلامون کا بڑا شوق تھا بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ عربی النسل امیرزادون کی سرکشانہ بدمزاجی اور دولت عباسیہ کی بدخواہی نے اسے مجبور کیا کہ ایک نئی معتمد فوج اور نئے جان نثار خاکسار اہلکار فراہم کرے اس غرض کے لیے اس نے ترکی غلامون کو منتخب کیا۔ ان کے لیے خاص قسم کی دیبا و حریر کی زرق برق وردیان ایجاد کین اور ان کو دور دور سے منگوا کے اپنے گرد جمع کرنا شروع کیا۔ جب ان ترکی غلامون کی کثرت حد سے زیادہ بڑھی تو بغداد والے پناہ مانگنے لگے اور انھین کے بسانے کے لیے کیمپ کی حیثیت سے اس نے شہر "سر من رائی" آباد کیا جو اب سامرہ کہلاتا ہے۔

اس جواب نے کسی طلسمی عمل کی طرح معتصم کی برہمی دور کر دی مسکرایا۔ چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ اور قائل ہو جانیکی شان سے جواب دیا "ان تیرون سے بیشک لڑلوگے۔ اور تمھارے انھین تیرون سے مین ڈرتا ہون۔ اچھا تو پریشان نہ ہو عنقریب اس کا انتظام ہو جائے گا۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ میرے یہ ترکی غلام تمھارے شہر سے چلے جائین گے"

یہ کہہ کے معتصم پھر بردہ فروش کیطرف متوجہ ہو گیا اور کہا "ابن جلمود! اب کی تو معلوم ہوتا ہے تم اچھے اچھے غلام لائے ہو۔ مگر یہ سب ترک ہین نہ؟ ان مین کسی اور قوم کا کوئی غلام تو نہین ہے؟"

ابن جلمود "امیرالمومنین کی قدر دانی سے ترکی غلامون کی قدر و قیمت اس قدر بڑھ گئی ہے کہ جو لوگ غلامون کو لاتے ہین اکثر اوقات دوسری قومون کے لڑکون کو بھی ترکی غلامون مین ملا کے بیچ جاتے ہین مین ایسے تمام لڑکون کو چھانٹ کے نکال ڈالتا ہون۔ مگر پھر بھی کبھی کبھی دھوکا ہو جاتا ہے۔ لیکن اب کی مین نے پوری احتیاط کی ہے۔ اور ان لونڈی غلامون مین سوا ترکون کے اور کسی قوم کا انسان نہین ہے"

معتصم "(پھر ان غلامون کو غور سے دیکھ کے) "مگر اب کی واقعی تم اچھے غلام لائے ہو۔ لڑکے سب قوی ہیکل خوش رو اور تندرست ہین۔ اور لڑکیان بھی سب بڑی جمال و نازک اندام ہین۔ اب کی مین تم کو قیمت کے علاوہ انعام بھی دون گا"

ابن جلمود "خدا امیرالمومنین کا اقبال بلند کرے یہ قدر دانی ہی اس غلام کو غلامون کی تلاش مین دشت و در کی خاک چھاننے اور کوہ و بیابان کی ٹھوکرین کھانے پر مجبور کرتی ہے"

معتصم "(اپنے نصرانی طبیب سے) "آپ تکلیف کر کے ان سب لونڈی غلامون کا معائنہ کر لین جو کمزور و ناتوان یا کمرو اور حقیر نظر آئین ان کو نکال ڈالیے اور جن کو آپ پسند کرین ان کی داروغۂ قصر سے قیمت تشخیص کرائین پھر لونڈیون کو حرم مین اور غلامون کو ترکی لشکرگاہ مین بھجوا دین۔ اور خزانچی کو حکم دین کہ فوراً قیمت ادا کر دے۔

مگر پہلے میں خود ہی ان سب سے ایک بات پوچھوں گا" یہ کہہ کے اُس نے گھوڑا بڑھا کے لونڈیوں اور غلاموں کی صفوں کے آگے ایک چکر لگایا۔ اور بیچ میں ٹھہر کے کہا "تم خود بتاؤ کہ تم میں سے کوئی ترکستان کے علاوہ کسی اور ملک کا باشندہ تو نہیں ہے؟"

سب صفوں سے پیہم یہی صدائیں آ رہی تھیں کہ "ہم ترک ہیں" کہ ناگہاں ایک سانولی جوان عورت جس کے چہرے سے حزن و ملال کے آثار نمایاں تھے لونڈیوں کی صفوں سے نکل کے خلیفہ کے قریب آئی۔ اور ترکی نژاد لونڈیوں کے لہجے کے خلاف نہایت ہی فصیح عربی میں بہ آواز بلند بولی "امیرالمومنین یہ لونڈی ترکیہ نہیں عربی نژاد عورت ہے"

معتصم۔ (حیرت سے) "عربی نژاد! عربیہ خاتون اور لونڈی!"

ایک شریف عربیہ عورت کو لونڈیوں میں سے نکلتے دیکھ کے تمام حاضرین متحیر ہو گئے۔ اور ابن جلود کا تو خون ہی خشک ہو گیا۔ جو خوب جانتا تھا کہ کسی عربی نژاد مرد یا عورت کو زبردستی غلام بنا لینا سخت ترین جرم ہے"

اب اُس عورت نے معتصم کے کلمات حیرت کے جواب میں کہا "ہاں عربیہ اور لونڈی! اور عربیہ ہی نہیں ہاشمیہ!"

بے اختیار طیش کے لہجے میں معتصم کی زبان سے بھی یہی الفاظ نکلے کہ "عربیہ نہیں۔ ہاشمیہ!" مگر اُس عجیب و غریب عورت نے اور ترقی کی۔ اور چلا کے کہا "ہاشمیہ ہی نہیں عباسیہ!" یہ الفاظ نہ تھے ایک خرمن سوز بجلی تھی جس نے سارے دربار کو دہلا دیا۔ معتصم نے غضب آلود و مشتعل ہو کے بے اختیار تلوار کھینچ لی۔ اور حکم دیا کہ شقی و بے ادب بدمعاش ابن جلود کا سر اُڑا دیا جائے" خلافت کا سیاف (قاتل یا جلاد) خلیفہ کی زبان سے یہ الفاظ سنتے ہی اپنا چوڑا تیغہ کھینچ کے ابن جلود پہ جھپٹا۔ مگر ساتھ ہی عورت بھی جھپٹی اور سیاف و ابن جلود کے درمیان میں آ کے دونوں ہاتھ فریادیوں کی طرح اٹھا دیے اور زور و شور سے چلائی "امیرالمومنین تعجیل کے خطرے سے بچیں۔ یہ تلوار جو امیرالمومنین نے کھینچی اُس کا صحیح نشانہ ابن جلود نہیں اور شخص ہے"

معتصم: "وہ کون ہے؟ مگر کوئی ہو۔ اپنے ابن عمؑ رسول خدا صلعم کی حرمت و نبوت کی قسم کھا کے کہتا ہون کہ جو کوئی ہوگا اُسے زندہ نہ چھوڑون گا۔"

عورت: "ہان یہ عہد ہے! اور (آسمان کی طرف نظر اُٹھا کے) خداوندا اس عہد کو پورا کر۔"

معتصم: (ابن جلود سے) "او بے ادب عجمی! تیری گستاخی اور سرکشی اس درجے کو پہونچ گئی! تم عجمیون نے بنی امیہ کے مقابلے مین بنی ہاشم کا ساتھ دیا تھا اور ہم مستحقین خلافت تک خلافت کے پہونچنے کا ذریعہ ہوے تھے۔ اس خیال سے ہم لوگون نے بھی تمھاری مدد کی تم پر اعتماد کیا اور تمھارا مرتبہ بڑھایا پھر اسکے بعد جب میرے بڑے بھائی امین الرشید نے مامون کی عداوت مین والد کے اُس معاہدے کو پس پشت ڈال دیا۔ جو خاص خانۂ کعبہ کے پاس مرتب و مکمل کرکے در کعبہ مین لٹکا دیا گیا تھا تو تم نے مامون مرحوم کا ساتھ دیا۔ مامون مرحوم نے اُسکے معاوضے مین تم لوگون کو اپنی مان کا رشتہ دار اور اپنا ماموں تسلیم کرکے تمھاری عزت افزائی کی۔ اور اعزاے خلافت مین شامل کر لیا۔ تم لوگون کے حال پر یہ ہماری مہربانی اور مرحمت تھی جس کا معاوضہ آج تمھارے ہاتھون سے یہ ملتا ہے کہ ایک عباسیہ خاتون اور ایک عالی خاندان شاہزادی کو گرفتار کرکے اور لونڈی بنا کے ہمارے سامنے لائے ہو؟"

عورت: "امیر المومنین اس کا جواب ابن جلود سے نہین مجھ سے لین۔ پہلے میرا بیان سُن لین پھر جو چاہین فیصلہ کرین مین عالیہ بنت جعفر بن احمد ہون۔ اور قثم بن عباس کی نسل سے ہون میرے بھائی فضل بن جعفر نے والی خراسان سے سنا کہ ترکستان مین ہمارے دادا قثم بن عباس کی قبر نہایت ہی خراب اور شکستہ حالت مین پڑی ہے۔ یہ سُن کے وہ بہت رنجیدہ ہوئے۔ ارادہ کیا کہ خود وہان جا کے قثم کی تربت پر فاتحہ پڑھین اور ایک اچھا مقبرہ تعمیر کرا دین پھر وہان کوئی منتظم اور دو ایک قرآن خوان مقرر کرکے گھر واپس آئین اُنھین آمادہ دیکھ کے مین نے بھی اُن کے ساتھ جانے کا ارادہ کیا خصوصاً اس لیے کہ مین نے عجمی زبان سیکھی تھی۔ اور اُس زبان کے بولنے والون سے ملنے کی مشتاق تھی غرض دو سال ہوئے ہم اپنے پورے خاندان کے ساتھ سمرقند گئے۔ ہمارے ہمراہ بھائی فضل کے دو فرزند علی اور محمد تھے۔ میرے

ع خلفاے بنی عباس حضرت رسول مقبول صلعم کو "ابن عم" یعنی چچا زاد بھائی ہی کہا کرتے تھے۔

ابن عم شوہر عباس بن محمد بن احمد تھے۔ اور میری نازپروردہ بیٹی ریحانہ تھی۔ وہاں ہم ڈیڑھ سال رہے۔ اپنے شہید جدامجد قثم کی قبر پر عالیشان مقبرہ بنوایا۔ اور واپس چلے کہ یہاں آ کے ریحانہ کی شادی علی بن فضل کے ساتھ کر دیں۔ ہم قافلۂ حجاج کے ساتھ جس میں بہت سے تاجر تھے۔ بحر قزوین (کیسپین سی) کے کنارے کنارے آ رہے تھے۔ اور جبال طالقان کا بہت سا حصہ طے کر کے ولایت طبرستان میں داخل ہو گئے تھے کہ یکایک ہمارے قافلے پر خرمیوں کا ایک گروہ آ پڑا۔ ہمراہیوں میں زیادہ تعداد غریب حاجیوں تاجروں اور بنجاروں کی تھی۔ اُن سب کے حواس جاتے رہے۔ اور تھوڑے سے عجمی سپاہی جو قزوین سے ہمارے ساتھ ہو گئے تھے وہ بھی ہمت ہار کے بھاگے۔ ہمارے عباسی خاندان والوں کو یہ گوارا نہ ہو سکا کہ بغیر مقابلہ کیے ہاتھ پاؤں ڈال دیں سب کے پہلے میرے بھائی فضل ابن جعفر جو گھوڑے پر سوار تھے تلوار کھینچ کے کھڑے ہو گئے۔ اور کہا کسی ڈاکو نے ادھر کا قصد کیا تو زمین پر پڑا پھڑکتا ہو گا۔ ساتھ ہی میرے شوہر عباس بن محمد اونٹ کی پیٹھ پر سے کود پڑے اور "یا آل عباس" کا نعرہ لگایا۔ اُن کے بعد میرے دونوں بھتیجے علی اور محمد بھی تیغے تول تول کے کھڑے ہو گئے۔ کہ لٹیروں کو ہماری محملوں تک نہ پہونچنے دیں۔

اب دشمن و بے دین خرمیوں نے یہ دیکھ کے کہ ایک گروہ اُن کے مقابلے پر آمادہ ہے۔ ہماری طرف رخ کیا۔ کئی سو آدمی نیزے لے کے چاروں طرف سے ٹوٹ پڑے۔ اُس وقت ہمارے لوگوں کا یہی شعار تھا کہ "یا آل عباس" اور ہر شخص کی زبان پر یہی کلمہ جاری تھا جس کو دو چار دفعہ سُن کے میرے دل میں بھی کچھ ایسا جوش پیدا ہوا کہ ریحانہ کو سمجھایا تم خبردار اپنی اسی محمل میں مضبوط بیٹھی رہنا اور اپنے شوہر کا لمبا نیزہ ہاتھ میں لے کے یا آل عباس کا نعرہ لگاتی ہوئی اونٹ سے کود پڑی۔ اور دل میں ٹھان لی کہ جو دشمن سامنے آئے گا اُسے نیزے مار کے گرا دوں گی۔

لیکن تھوڑی ہی دیر میں ہمارے مردوں کا خاتمہ ہو گیا۔ دشمنوں کی اس قدر کثرت تھی کہ کسی کے بنائے کچھ نہ بنی۔ پہلے میرے شوہر عباس جنت کو

سدھارے۔ اُن کے بعد بھائی نے جام شہادت پیا۔ میرا بھتیجا محمد بھی ایک کافر کے نیزے میں چھد کے رہ گیا۔ فقط علی باقی تھا کہ اُس پر بھی ایک خرمی نے تلوار ماری مگر تلوار پڑنے سے پہلے ہی میں دوڑ کے اُس سے لپٹ گئی۔ اور دشمن کا وار ہم دونوں پر پڑا۔ ہم دونوں زخمی ہو کے گرے اور ساتھ ہی میں بے ہوش ہو گئی۔ مگر بے ہوش ہونے سے پہلے میں نے ریحانہ کو سُنا کہ اپنی معصوم آواز میں کہہ رہی ہے۔ "معتصم! او معتصم! کہاں ہے؟ آ۔ اور ہماری مدد کر!"

معتصم: (بیتابی اور بے اختیاری کے جوش سے) "لبیک! لبیک! میں آیا!"

عالیہ: اُس کے یہ کلمات سنتی ہوئی میں بیہوش ہوئی تھی۔ اور دوسرے دن جب ہوش آیا تو اُس وقت بھی یہی لفظ میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ مگر افسوس آنکھ کھول کے دیکھا تو اُس کا پتہ نہ تھا۔ اور اُس پر کیا موقوف ہے اپنے لوگوں میں سے کوئی بھی نہ دکھائی دیا۔ اُس وقت میں خرمیوں کے شہر بذ میں تھی جہاں ان لوگوں کا کافر سردار بابک رہتا ہے۔ اور ہر وقت شراب کے نشے میں مخمور رہا کرتا ہے۔ میں ایسے لوگوں میں گھری ہوئی تھی جو میری زبان سے نا آشنا تھے۔ مگر میں اُن کی بولی سمجھتی تھی۔ اب معلوم ہوا کہ میں ایک خرمی کی لونڈی ہوں۔ اور اسی کے گھر میں ہوں۔ میرا زخم کاری نہ تھا۔ موت سے ناامیدی تھی۔ اور اس کمبخت زندگی سے پیچھا چھوٹنا دشوار نظر آتا تھا۔ جو عورتیں اور مرد میرے آس پاس تھے اُن سے بار بار پوچھتی تھی کہ میرا بھتیجا علی کیسا ہے؟ اور میری بیٹی ریحانہ کہاں ہے؟ مگر کسی نے کچھ نہ بتایا۔ میری صورت دیکھ دیکھ کے سب ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے تھے۔

دو چار روز میں جب میرا زخم اچھا ہو گیا تو وہ خرمی شخص جو میری قسمت کا مالک تھا مجھ سے کہنے لگا "تم رات دن رویا کرتی ہو۔ اور ایسی ہر وقت دکھڑا رونے والی لونڈی کو میں نہیں چاہتا۔ بہتر یہ ہو کہ تم اپنے گھر پہنچ جاؤ۔ لیکن تمہارے گھر پہنچنے کی سب سے اچھی تدبیر یہ ہو سکتی ہے کہ تم ترکن بن جاؤ۔ اور میں تمہیں ترکن کہہ کے ابن جلمود کے ہاتھ بیچ ڈالوں۔

جو تمھارے بادشاہ المعتصم باللہ کے لیے ترکی قوم کے لونڈی غلام ڈھونڈھتا پھرتا ہے۔ تم فارسی بول لیتی ہو۔ ترکستان میں رہ کے تھوڑی بہت ترکی بھی سیکھ گئی ہو۔ اس لیے میں اُس سے یہ کہوں گا کہ یہ لونڈی اگرچہ ترکن ہے۔ مگر عربی خوب بول لیتی ہے" مجھے تو امیر المومنین تک پہونچ کے ریحانہ کا پیام پہونچانا تھا فوراً راضی ہو گئی۔ اُس نے آذربائجان میں لے جا کے مجھے ابن جلود کے ایک ملازم کے ہاتھ ترکن کہہ کے اچھے داموں پر فروخت کیا۔ اور میں اس تدبیر سے یہاں آئی۔ اور آج خلیفہ تیرے سامنے کھڑی ہوں۔ مگر معتصم! اپنے خاندان کی ایک مظلوم لڑکی کی فریاد سن! اور اس کی مدد کو پہونچ! تو نہیں سنتا۔ مگر میں ریحانہ کی وہ آواز اس گھڑی تک سن رہی ہوں۔ اور صرف اس لیے زندہ ہوں کہ تجھے انتقام لیتے اور تیرا یہ عہد پورا ہوتے دیکھوں"

معتصم "میرا عہد اسی وقت پورا ہو گا۔ میں اپنی عباسیہ بھتیجی کی مدد کو خود جاتا لیکن اس وقت ایسی زبردست مہمیں پیش ہیں جن کی وجہ سے میرا بغداد سے نکلنا مناسب نہیں ہے۔ خیر اس کام کے لیے میں ایک ایسے شخص کو منتخب کرتا ہوں جو مجھ سے زیادہ خوبی و سرگرمی سے اس خدمت کو انجام دے گا" یہ کہتے ہی اُس نے اپنے ایک حاجب کو حکم دیا کہ "حیدر افشین کو بلاؤ"

معتصم کے حکم کے ساتھ ہی وہ حاجب اور اُس کے ساتھ بہت سے ہرکارے دوڑے اور معتصم نے ابن جلود کو قریب بلا کے کہا "میں نے تمھارا قصور معاف کیا۔ مگر یہ نہ سمجھنا کہ تم بے گناہ ہو۔ تم ایک عباسیہ خاتون کو لونڈیوں کی طرح میرے سامنے لائے۔ تم شاید یہ کہو کہ مجھے دھوکا دیا گیا اور مجھے اس کی خبر نہ تھی۔ مگر تمھیں خبر کیوں نہ ہوئی؟ اتنے دنوں سے بردہ فروشی کر رہے ہو اور آج تک اتنی تمیز نہ آئی کہ ایک عربیہ خاتون کو عجمیہ عورتوں سے تمیز کر دو! مگر اسی شریفہ عربیہ کے طفیل میں اور اسی کے کہنے سے تم کو آزادی دیجاتی ہے۔ مگر سخت تاکید کے ساتھ کہ پھر ایسا قصور نہ ہو"

ابن جلود اس مرحمت و جان بخشی پہ اظہار شکر گذاری کر رہا تھا

کہ ایک قوی ہیکل زبردست تن و توش اور چوڑے چہرے کا ترکی سردار جو
براق زرہ پہنے اور سر سے پاؤں تک دریائے آہن میں غرق تھا۔ معتصم کے سامنے
آیا۔ سینے پہ ہاتھ رکھ کے رکوع کے درجے تک جھکا۔ اور ادب سے دست بستہ
کھڑا ہو گیا۔

معتصم:۔ افشین میں جانتا تھا کہ میرے سپہ سالار اسحق بن ابراہیم نے اپنی دو سال
پیشتر کی مہم میں بابک خرمی کا فتنہ مٹا دیا۔ جب اُس نے ایک لاکھ جاویدانی
مار ڈالے۔ اور اُن کے ہزاروں لڑکے اور عورتیں پکڑ لایا تھا۔ جس سے
مجھے یقین ہو گیا تھا کہ بابک سے پھر کوئی گستاخی نہ ہو گی۔ مگر نہیں اس کی
شرارتیں اب تک جاری ہیں اور ضرورت ہے کہ اُس کا بالکل استیصال
کر دیا جائے۔ اب اس خدمت کو میں تمہارے سپرد کرتا ہوں۔ خوب یاد رکھو کہ یہی
تمہاری وفاداری و جاں نثاری کا امتحان ہے۔ تم نو مسلم ہو۔ مجوس کے عقائد
و خیالات سے آشنا ہو۔ اُس سرزمین کے چپے چپے سے اور وہاں کے پہاڑوں کی
ہر ہر گھاٹی سے واقف ہو۔ لہذا اس خدمت کو جس خوبی سے تم انجام دے سکتے ہو
کوئی نہیں انجام دے سکتا۔ تمہاری نسبت بعض لوگوں کو گمان ہے کہ دل سے
ایمان نہیں لائے ہو فقط دکھانے کے لیے مسلمان ہو۔ اور قوم عرب سے تم کو عناد ہے
اپنے دامن سے اس بدنامی کا دھبہ مٹانے کا تم کو اس سے بہتر موقع نہ مل سکے گا۔
ایک عباسیہ لڑکی ریحانہ بدکار و سفاک بابک کے ہاتھ میں اسیر ہے اور بیکسی میں
مجھے پکار رہی ہے۔ میں نے اس کی صدائے فریاد سُنی۔ اور بے اختیار لبیک کہہ دی
اس لیے تم اس مہم پر میری طرف سے اور میری جگہ جا رہے ہو۔ فوراً ازبہدہ
لشکر لے کے جاؤ۔ اُس عباسیہ شاہزادی کو عزت و حرمت سے اور بابک خرمی
کو پابزنجیر اور طوق و سلاسل میں جکڑ کے میرے سامنے حاضر کرو۔ فوج اور
خزانے سے تم کو برابر مدد ہوتی رہے گی۔ مگر تم بھی اپنی روز روز کی کار
گزاری کی خبر میرے پاس پہنچاتے رہنا۔"

افشین نے اپنے صاحب تاج آقا کا حکم سنتے ہی قبول کیا کہ "امیر المومنین
کے تمام نصائح و احکام ہر وقت غلام کے پیش نظر رہیں گے۔"

معتصم: "تمھارا نام افشین ہے اور تمھارے باپ کا نام کاؤس تھا۔ یہ دونوں کفر کے نام ہیں جن کی وجہ سے تم شرفا و معززین کی نظر میں ذلیل ہو۔ مگر تمھارے اسلامی نام "حیدر" سے میں امید کرتا ہوں کہ بجائے ایک ترکی غلام کے شیر بیشۂ عرب بنا کے دکھا دے گا۔"

افشین: "میں اپنی کارگزاری و جاں نثاری سے امیر المومنین کی اس امید کو پورا کر دوں گا۔"

معتصم: "بہتر تو اب قصر میں چل کے سپہ سالاری کا پروانہ لو۔ اسی ہفتے میں روانہ ہو جاؤ۔ اور بہت جلد واپس آ کے فتحمندی کا خلعت حاصل کرو۔"

یہ کہہ کے معتصم نے اُس عباسیہ خاتون عالیہ کی طرف دیکھ کے کہا: "تم میرے ساتھ چل کے محل میں آرام سے رہو۔ اور امید رکھو کہ بہت جلد تمھاری ریحانہ تم سے آ ملے گی۔"

عالیہ: "گر امیر المومنین مجھ سے یہاں خاموش نہ بیٹھا جائے گا۔ میں ایک کے لیے نہیں بلکہ اپنے سارے خاندان کے لیے زندہ رہی ہوں۔ اور اگر کہیں بیکار ہو کے بیٹھی تو یہ آہ و زاری مجھے زندہ نہ چھوڑے گی۔ حالانکہ میں انتقام پورا ہونے کے وقت تک زندہ رہنا چاہتی ہوں۔ امیر المومنین مجھے اجازت دیں کہ سپہ سالار حیدر افشین کے ساتھ میں بھی میدان جنگ میں جاؤں۔ انتقام گیر اسلحہ کی آب و تاب اپنی شوق بھری آنکھوں سے دیکھوں اور جہاں تک مجھ سے بنے امیر المومنین کی فوج کو اپنی کارگزاریوں سے مدد دوں۔ وہاں میں بیکار نہ بیٹھوں گی۔ امیر المومنین کی خدمت بجا لاؤں گی۔ اور یہی مشغولیت میری زندگی کا سہارا ہو گی۔"

معتصم: "تمھیں وہاں جانے کا ایسا ہی شوق ہے تو میں تم کو افشین کے سپرد کیے دیتا ہوں۔"

(افشین سے) "دیکھو اس محترم خاتون کو اپنے ساتھ لے جاؤ۔ اور ہمیشہ عزت و حرمت سے رکھنا اور جب کبھی یہ کسی قسم کی مدد مانگے تو اُس میں تامل اور کوتاہی نہ کرنا۔"

اس کے بعد معتصم قصر میں جا کے سریر خلافت پر جلوہ افروز ہوا۔ اور اُس کے وزیر محمد بن عبدالملک الزیات نے اپنے ہاتھ سے افشین کو خلعت سرفرازی پہنایا۔ پھر اُس بیاسیہ عورت کو بھی انعام دینے کا قصد کیا گیا۔ مگر اس نے قطعاً انکار کیا۔ اور کہا "میں اُسی وقت انعام لوں گی۔ جب انتقام پورا ہو چکے گا۔ اور اپنی بیٹی ریحانہ کو لے کے حاضر ہوں گی۔ اسوقت بس اتنی ہی مدد کافی ہے کہ سردار افشین میری خبر لیتے رہیں۔ اور میری ضرورتیں پوری کر دیا کریں۔" معتصم نے افشین کو اس کی بھی ہدایت کی۔ اور اس کے بعد دربار برخواست ہو گیا۔

دوسرا باب

بابک خرمی

جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زبردست تلوار والوں نے جب مملکت عجم کی طرف رخ کیا تو چند ہی روز میں دولت ساسانی ہوا ہو گئی۔ اور پتہ بھی نہ لگا کہ کہاں تھی اور کہاں گئی۔ ایران کو فتح کرتے ہی مسلمانوں نے بلاد عجم میں تعلیم قرآن کے مدارس جاری کر دیے اور اُن کے ساتھ ہی تبلیغ دین ہونے لگی۔ جس کی برکت سے چند روز میں رعایا کا زیادہ حصہ مسلمان ہو گیا۔ اور اگرچہ مجوس (آتش پرستوں) کو ذمی بن کے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی آزادی حاصل تھی مگر عربوں کی مستعدی و سرگرمی۔ اور اُن کی امارت و شجاعت کا ایسا اثر پڑ رہا تھا کہ تمام ایرانی خود ہی ذوق و شوق اور جوش و خروش سے دین اسلام قبول کرتے چلے جاتے تھے۔

مگر اس عام ہدایت نے جہاں عجمیوں میں سے بہت بڑے بڑے ائمہ دین اور امام محمد بن اسمٰعیل بخاری؛ اور امام ابو حنیفہ کوفی کے ایسے مقتدایان امت پیدا کیے۔ وہاں بہت سے ایسے منافق بھی پیدا کر دیے جو بظاہر تو دربار خلافت سے فائدہ اُٹھانے کے لیے مسلمان تھے۔ مگر دل میں کافر عربوں کے دشمن غدار سیلین

کے ہوا خواہ - اسلام سے بیزار - اور عجمیت کے نشہ تعصب میں سرشار - ان منافق عجمیوں نے اپنی دشمنی پوری کرنے کے لیے دو وضعیں اختیار کیں بعض نے تو مسلمان بن کے مسلمانوں کے عقائد میں تفرقہ ڈالا - اور اُس وقت کے اہل علم میں شریک ہو کے عربوں میں باہمی اختلافات پیدا کیے - اُن مخالفتوں کو بڑھایا اور ذرا ذرا سے مسائل کو طول دے دے کے بیسیوں فرقے پیدا کر دیے اور بعض نے یہ شان اختیار کی کہ جب موقع ملتا ایرانیوں میں عربوں کے مذہب اور دولت خلافت کے خلاف وعظ کہتے - اور جہاں اُن کے گرد کوئی گروہ جمع ہو جاتا علم بغاوت بلند کر دیتے -

یہ دونوں گروہ خطرناک تھے مگر خونریزی اور ملکی بدنظمی کا باعث زیادہ تر آخر الذکر گروہ ہی ہوا کرتا تھا - اس لیے کہ وہ خلفا کی سطوت و حکومت میں خلل انداز ہوتے - اور نتیجہ میں اپنے ساتھ ہزارہا خلقت کو قتل کرا دیا کرتے -

مگر فاتحان عرب نے ابتدا ءً انھیں اپنی شجاعت کا ایسا اچھا سبق دیدیا تھا کہ ان ایرانی فتنہ جوئیوں کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوتی تھی - عربی سطوت سے دبے ہوئے تھے - اور سرکشی کا حوصلہ پست تھا اس پہ بھی بعہد ہشام بن عبدالملک خاقان نام اطراف خراسان و عجم کا ایک باغی اُٹھ کھڑا ہوا - جس کو ایرانیت کی محبت میں اس قدر غلو تھا کہ عربوں سے دشمنی رکھتا - اور اُن کے ساتھ اُن کے مذہب حق سے بھی بیزار تھا - آخر سنہ ۱۱۹ھ میں وہ بہت سی فتنہ انگیزیوں کے بعد قتل ہوا - اور اُس کا فتنہ دور ہونے پر معلوم ہوا کہ اب میدان صاف ہے -

اسی زمانے میں بنی امیہ کے خلاف بنی عباس کے دعوائے خلافت کی تحریک شروع ہوئی تو اُن عجمیوں نے جو خلافت عرب کے خلاف تھے - اس موقع کو غنیمت سمجھ کے آل عباس کے نقیبوں کا ساتھ دیا - اور ابو مسلم خراسانی کے ساتھ سیاہ عباسی جھنڈا بلند کیا - اس شرکت میں ان لوگوں کی صرف یہ غرض تھی کہ باہمی جنگ و پیکار سے عربوں کی قوت کمزور ہو - اور عجمیوں

کی اس عام شورش کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۳۲ھ میں خلافت بنی امیہ کا دفتر الٹ گیا اور خلافت عباسیہ شروع ہوئی۔

لیکن یہ نئی عربی دولت جب قوت کے ساتھ قائم ہو گئی تو ان عجمی دشمنان عرب کو نظر آیا کہ اس انقلاب سے ہمارا مطلب نہ نکلا۔ حکومت و فرمانروائی عربوں ہی کے ہاتھ میں رہی۔ اور ہم اب بھی ویسے ہی عربوں کے غلام ہیں جیسے کہ پہلے تھے۔ اب بہ نسبت سابق کے اُن لوگوں کا حوصلہ کسی قدر بڑھ گیا تھا۔ اس لیے کہ اُن کے دماغوں میں بسی ہوئی تھی کہ خلافت بنی اُمیہ کا تخت ہمیں نے اُلٹا ہے! اور بنی عباس کو ہمیں نے خلافت دلوائی ہے۔ لہذا اب اُن کے جوش سرکشی میں بیقراری و بیتابی بہت بڑھی ہوئی تھی جس کا ظہور پہلے تو خود ابومسلم خراسانی کے عقائد اور طرز عمل سے ہوا۔ اور جب وہ خلیفہ ابوجعفر منصور کے ہاتھ سے قتل ہو گیا تو خراسان کے عجمی شورش پسندوں کو ایک بہانہ ہاتھ آگیا۔

اس موقع پہ سنباذ نام ایک شخص جو مجوسی العقیدہ اور پارسی الاصل تھا ابومسلم کے انتقام کا دعویدار ہوا۔ بہت سے پارسی اور نومسلم جان نثاران ابومسلم اُس کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور سارے ایران میں ایک ہنگامہ عظیم برپا ہو گیا۔ آخر عساکر خلافت نے ۱۳۸ھ میں جا کے اس کا قلع قمع کیا۔ اور وہ بھاگتا ہوا مارا گیا۔

اُس کے چار ہی سال بعد ۱۴۱ھ میں ابومسلم اور سنباذ کے پیروؤں نے ایک عجیب عنوان سے خاص بغداد میں ہنگامہ پیدا کر دیا۔ اب یہ لوگ "راوندی" کہلاتے تھے۔ تناسخ کے قائل تھے۔ اور دعوی کرتے تھے کہ جو روح حضرت آدم کے جسد میں تھی وہ عثمان بن نہیک نام اُن کے ایک مقتدا کے جسم میں ظاہر ہوئی ہے۔ اُن کا پروردگار اور رزاق مطلق خلیفہ منصور ہے۔ اور فرشتہ جبرئیل ہیثم بن معاویہ کی صورت میں آشکارا ہوا ہے۔ ان لوگوں کا جم غفیر جس میں ہزارہا خراسانی و عجمی تھے بڑے جوش عقیدت کے ساتھ خراسان سے چل کے بغداد میں پہونچا جیسے ہی منصور کا قصر نظر آیا سب نے غل مچایا "یہ ہمارے پروردگار کا محل ہے" یہ کلمہ کفر سن کر منصور کو بڑا غصہ آیا۔ اُن کے دو سو سرغنا گرفتار

کرکے قید خانے مین بھیج دیے۔ منصور کا یہ رنگ دیکھ کے یہ راوندی لوگ بگڑ کھڑے ہوئے۔ شہر مین ہنگامہ مچا دیا۔ اور اپنے اُس خدا سے لڑنے کو تیار ہو گئے جسے پروردگار اور رزاق مطلق بتاتے تھے۔ بشکلون سے یہ فتنہ دور کیا گیا مگر اس قدر خطرناک تھا کہ خود منصور کی جان کا اندیشہ تھا۔

اس کے نو برس بعد منصور ہی کے زمانے اور سنہ ۱۵۰ھ مین مشرقی قلمرو خلافت مین اُستاذ سیس نام ایک شخص تین لاکھ اہل ہرات بادغیس اور سیستان کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ نبوت کا دعوی کیا۔ اور اُس کے پیرون نے مسلمانون کو لوٹنا مارنا شروع کیا۔ اور مسلمان رعایا کی بے آبروئی دبے خرمتی ہونے لگی۔ جو پہلا اسلامی لشکر اس کے مقابلے کو گیا اسے شکست دی سپہ سالار کو مار ڈالا۔ بہت سے نامور سرداران عرب اُس کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ صدہا پاکدامن خاتونین اُس کے تصرف مین جا کے بے حرمت ہوئین اور سارے خراسان پر اُس کا قبضہ ہو گیا۔ آخر ولی عہد خلافت مہدی منتخب فوج لے کے اُس کے مقابلے کو گیا۔ اُسے شکست دی۔ اُس کے ستر ہزار پیرو قتل ہوئے۔ اور وہ خود مع اپنے خاندان والون کے گرفتار کرکے بغداد مین پابزنجیر لایا گیا۔ اور اس کا فتنہ دور ہوا۔ بعض اہل تاریخ کہتے ہین کہ یہی اُستاذ سیس خلیفہ مامون کا نانا تھا۔ اس کی بیٹی مراجل جب گرفتار ہو کے گئی تو ہارون رشید کے حرمون مین شامل ہوئی اور اسی کے بطن سے مامون پیدا ہوا۔

اس ہنگامہ کو بھی تھوڑے ہی سال گزرے تھے کہ سنہ ۱۶۵ھ مین خراسان ہی کے اندر ابن مقنع ظاہر ہوا۔ یہ ایک کانا اور پستہ قد شخص تھا۔ اور مختلف علوم مین دستگاہ رکھنے کی وجہ سے حکیم کہلاتا تھا۔ اپنی بدصورتی دور کرنے کے لیے منہ پر ایک سونے کا خوبصورت چہرہ بنا کے لگا لیا تھا۔ ہمیشہ اسی سنہرے چہرے مین نظر آتا۔ اور کبھی اپنی اصلی صورت نہ دکھاتا۔

دعوی یہ تھا کہ مین خود خدا ہون۔ خدا نے آدم کا پتلا بنایا اور اس مین خود حلول کرکے نمودار ہوا۔ پھر وہی انبیاے سلف کی صورتون

مین آشکارا ہوتے ہوتے آخر کار ابو مسلم خراسانی کی صورت مین ظاہر ہوا۔ اور اُس کے بعد وہی ہاشم کی صورت مین نمایان تھا۔ اور کہتا کہ وہ ہاشم مین خود ہون۔ بہرحال اُس کے مذہب مین انبیا اور یہ سب لوگ ہندؤن کے مذاق کے مطابق اوتار تھے۔ تناسخ کا قائل تھا۔ اور اسی عقیدے نے یہ سب کرشمے پیدا کیے تھے۔

اُس پر مشرقی ایران و خراسان کے ہزارون جاہل ایمان لے آئے جو اُس کے آگے ہر طرف سے آ کے سجدے کرتے۔ اور لڑائی مین اُسی کا نام لے لے کے مدد مانگتے۔ وہ کہتا تھا کہ ابو مسلم خراسانی جناب رسول خدا صلعم سے افضل و اعلیٰ تھا۔ آخر ۱۶۱ھ مین جب وہ محصور ہو کے بے دست و پا اور مایوس ہو گیا تو اپنے قلعے مین آگ جلوائی۔ پہلے اپنے گھوڑے مویشی اور اپنا سارا مال و اسباب اور کل سرمایہ اُس مین ڈال کے جلا دیا۔ پھر سب سے کہا، "جو میرے ساتھ آسمان پر چلنا چاہتا ہو اِس آگ مین پھاند پڑے۔" یہ کہہ کے خود مع اہل و عیال کے آگ مین پھاند کے جل مرا۔ اور بہت سے اُس کے رفقا نے بھی اس کا ساتھ دیا۔ اِس واقعے کے بعد اُس کا ہنگامہ فرو ہو گیا۔ مگر پھر بھی عربون سے تعصب رکھنے اور عجمیت کو اہل عرب کی غلامی سے آزاد کرانے کا جوش مٹا نہ تھا صرف دب گیا تھا۔

اسی زمانے مین یوسف برم نام ایک خارجی نے خراسان مین پہونچ کے لوگون کو اپنی طرف بلایا۔ اور خلافت سے اختلاف ظاہر کیا۔ ہزارہا آدمی اُس کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ لیکن عساکر خلافت نے اُسے بھی گرفتار کر کے بغداد مین اِس شان سے داخل کیا کہ اونٹ پر اُلٹا یعنی دم کی طرف مُنہ کیے بیٹھا تھا۔ اس کے بعد اُس کے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے گئے۔ اور پھر مصلوب کر کے مارا گیا۔

اب عجمی بے دینی کا یہ جوش اِس قدر دب گیا تھا کہ مدت تک کسی کو سر اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ ہارون رشید کی سطوت نے سب کو دبائے رکھا۔ اور جب خاندان برامکہ کا خاتمہ ایک آن کی آن مین خلیفہ کے ایک

ادنے اشارے پر ہو گیا تو سب کو یقین آگیا کہ اب عربی قوت کو بزور شمشیر مغلوب کرنا امکان سے باہر ہے۔

رشید کے بعد جب آمین اور مامون مین جھگڑا ہوا تو مامون خراسان مین تھا۔ اُس نے اہل عجم کو اپنا ننہالی رشتہ دار تسلیم کر کے اُن کی استمالت شروع کی۔ اور اُنھون نے بھی یہ دیکھ کے کہ خاندان خلافت ہی کا ایک شاہزادہ اپنا ہوا جاتا ہے ہر طرح سے اُس کا ساتھ دیا۔ اور اُس کی طرفداری مین جوش و خروش سے اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور جب مامون کو فتح ہوئی۔ آمین مارا گیا۔ اور ساری قلمرو خلافت مامون کے قبضے مین آگئی تو عجمیون کا حوصلہ پھر بڑھ گیا۔ اور یہ سمجھنے لگے کہ مامون ہمارا ہے اور ہم نے جس طرح اپنی تلوار سے بنی امیہ کا دفتر اُلٹا تھا اُسی طرح اپنے بھانجے مامون کو فرمان روائے اسلام بنا دیا۔ بہر حال مامون رشید کے زمانۂ خلافت مین اُن لوگون کو پورا اطمینان رہا کہ موجودہ فرمان روا اگرچہ ہمارا ہم عقیدہ نہین مگر اُس کے جسم مین ہمارا خون موجود ہے اور مامون جو کہ صاحب علم و ذی فہم تھا اُن لوگون کو بد عقیدگی و الحاد سے روکے رہا۔

لیکن مامون ہی کے زمانے مین سنہ ہجری کی دو صدیان پوری ہونے کے بعد جیسے ہی تیسری صدی شروع ہوئی اس باسی کڑھی مین پھر اُبال آگیا۔ مامون نے اسی سال جناب امام علی رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا ولی عہد بنایا تھا اور اپنی بیٹی آپ کے عقد مین دیدی تھی۔ غالباً مامون کی یہی کارروائی عجمی مخالفان عرب کو ناگوار ہوئی۔ اور اُن مین یہ خیال پیدا ہوا کہ مامون کی اس حرکت سے پھر خلافت و حکومت اہل عرب مین جاتی ہے۔ اور عجمیہ عورت کے فرزند کے تخت نشین ہونے سے ہمین جو حق مل گیا تھا وہ پھر ہم سے چھنا جاتا ہے۔ بس اس خیال نے ایرانیون مین پھر ایک سخت شورش پیدا کر دی۔ اور ۲۰۱ھ مین یعنی عین اُسی سال جس مین جناب امام رضا ولی عہد قرار پائے تھے۔ بابک نام ایک عجیب

وغریب شخص اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور سخت ہنگامہ مچا دیا۔

ان دنون شمالی فارس مین بہت سے مجوس رہتے تھے۔ اور اُن مین ایک خاص فرقہ جاویدانی کے لقب سے مشہور تھا۔ جاوید کے "معنی ازلی" اور "غیر فانی" کے ہین۔ مگر اس فرقے کو یہ نام اس لیے ملا کہ اُس کا بانی مبانی جاویدان نام ایک شخص تھا جو "بذ" نام ایک شہر مین رہتا اور گرد و پیش کے آتش پرستون پر حاکم تھا۔ اُس کا شہر بذ پہاڑون کے اندر ایک نہایت ہی محفوظ مقام مین واقع تھا۔ اور ایسی دشوار گزار گھاٹیون اور پیچ در پیچ درون مین سے ہو کے راستہ گیا تھا کہ جبال طالقان کے اندر وہ بالکل ہی ناقابل گزر خیال کیا جاتا۔ جاویدان یہان اطمینان سے بیٹھ کے اپنے مذہب کی تعلیم دیتا اور اپنے پیرون کو عربون کی مخالفت کا جوش دلاتا۔ وہ تناسخ کا قائل تھا۔ محرمات ابدیہ کے ساتھ نکاح کرنا جائز سمجھتا۔ اور شراب کو شیر مادر خیال کرتا۔

جاویدان کے بعد اُس کا جانشین اور شہر بذ کا حاکم بابک ہو گیا جو بوجہ اس کے کہ معتقدون کی عورتون کے حسن سے فائدہ اُٹھانے کو ایک مسرت خیال کرتا اپنے آپ کو خرمی کے لقب سے مشہور کرتا تھا۔ بابک خرمی نے جب چند روز تک اندر ہی اندر اپنی قوت بڑھا لی تو ۲۰۱ھ مین بغاوت اور سرکشی کا اعلان کر دیا۔ اور مسلمان قافلون کو جو خراسان اور عراق کے درمیان مین برابر آتے جاتے رہتے تھے لوٹنا مارنا شروع کیا۔ قرب و جوار کے شہرون پر جن مین مسلمان آباد تھے۔ اچانک جا پڑتا۔ جو مزاحم ہوتا اُسے قتل کر ڈالتا۔ اور مسلمان عورتون اور لڑکون کو لونڈی غلام بنانے کے لیے پکڑ لے جاتا۔ ہوتے ہوتے اُس نے آذربائجان سے ماژندران تک سارے علاقے کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ اور اُس کے استیصال کی جو کوشش کی جاتی اُس مین قطعی ناکامی ہوتی۔ اس لیے کہ چاہے کتنا ہی بڑا زبردست لشکر اور کیسا ہی ہیلتن پہلوان اُس کے مقابلے پر جاتا شکست کھا کے ناکام

وناہر د واپس آتا۔ بابک بلاے ناگہان کی طرح یکایک حملہ کرکے اُسے پریشان کردیتا اور اگر یہ دیکھتا کہ حریف زبردست ہے تو فوراً بھاگ کے پہاڑون مین چھپ رہتا۔ اور پھر کسی کو اُس تک پہونچنا غیر ممکن ہوتا۔

مامون ہی کے زمانے مین یہ فتنہ بہت طول کھینچ چکا تھا۔ یہان تک کہ ۲۰۵ھ مین اُس نے اپنے ایک نامور سپہ سالار عیسیٰ بن محمد بن ابی خالد کو حاکم آذر بائیجان مقرر کرکے حکم دیا کہ بابک خرمی کا فتنہ دور کرے۔ لیکن اُسے جاتے ہی شکست ہوگئی۔ اور جو شکر اُس کے ساتھ گیا تھا تباہ ہوگیا۔ دو سال بعد جب مامون نے دیکھا کہ دشمن اسلام خرمیون کی شورش بڑھتی ہی جاتی ہو تو ایک اور سردار کو جس کا نام علی بن صدقہ تھا اور زریق کے لقب سے مشہور تھا روانہ کیا۔ اُس نے اپنی طرف سے احمد بن جنید اسکافی کو بابک کے مقابلے پر بھیجا اُسے بابک نے اپنے پہاڑی درون مین گھیر کے گرفتار کر لیا۔ اور لطف یہ ہوا کہ بابک کی سرکشی کو بار ور دیکھ کے زریق بھی باغی ہو گیا۔ اب ابراہیم بن لیث والی آذر بائیجان بنا کے بھیجا گیا۔ اور اس ہنگامے کے دبانے کا کام اُس کے سپرد ہوا۔ مگر اُس کے بنائے بھی کچھ نہ بنی۔

آخر مامون نے جوش مین آکے ۲۱۲ھ مین محمد بن حمید طوسی کو روانہ کیا کہ زریق اور بابک دونون کو سرتابی و سرکشی کی سزا دے۔ اُس نے زریق کا تو کام تمام کردیا۔ مگر بابک کے مقابلے پر اُس کے کوہستانی علاقے مین جا کے خرمیون سے شکست کھائی۔ اور بابک کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہ نہایت ہی نامور فیاض اور ہر دلعزیز شخص تھا جس کی شہادت کا حال معلوم ہوتے ہی شعراے عرب نے اُس کے مرثیے کہے۔ اور مامون کو اس کے مارے جانے کا بڑا ملال اور صدمہ ہوا۔

اس واقعے نے خرمیون کا زور سارے فارس مین بڑھا دیا۔ بہت سے لوگ ڈر گئے اور بہت سے اُن مین کوئی معجزہ یا کرشمہ تصور کرکے اُن کے دین پر ایمان لے آئے۔ اور سارے علاقجات جبل۔ ہمدان۔ اصفہان۔ اور مازندران کی ہزارہا خلقت بابک کا کلمہ پڑھ کے خرمیون کے مذہب مین داخل ہوگئی۔

اِن لوگون نے علاقۂ ہمدان مین بڑا بھاری لشکر جمع کیا۔ اور کوشش کرنے لگے کہ ساری مملکت فارس و عجم کو عربون کے قبضے سے چھین لین۔

اسی سال اتفاقاً مامون رشید نے سفر آخرت کیا۔ اور اُس کے جانشین المعتصم نے تخت خلافت پر قدم رکھتے ہی یہ خوفناک ہنگامہ نظر کے سامنے پایا۔ اور اُس کا تدارک سب کامون سے زیادہ مقدم نظر آیا۔ چنانچہ اس نے ایک زبردست لشکر جمع کر کے اسحٰق بن ابراہیم بن مصعب کو اُس کا سپہ سالار مقرر کیا۔ اور اسے ۲۱۹ھ مین روانہ کیا کہ اپنے حُسن تدبیر سے اِس فتنے کو دور کرے۔ اسحٰق ایک طوفان عظیم کی طرح گرجتا کڑکتا اور بجلیان گراتا ہوا ہمدان مین پہونچا۔ خرمیون کا زور اب اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بجاے پہاڑون مین چھپ کے لڑنے کے وہ میدان مین صف آرا ہو گئے۔ اور بڑی سخت لڑائی ہوئی جس مین بابک کو بڑی بھاری شکست ... لی وہ تو بھاگ کے اپنے پہاڑون مین ہو رہا۔ مگر اسحٰق کے سپہگرون نے خرمیون کو چن چن کے اور ڈھونڈ ڈھونڈھ کے قتل کرنا شروع کیا۔ کہتے ہین کہ اس فتح کے موقع پر اُس نے ایک لاکھ سے اونچے خرمّی قتل کیے۔ اُن کے بے انتہا لڑکون اور عورتون کو اسیر کر لیا۔ اور ہزارون لونڈی غلامون کے ساتھ بغداد مین واپس آیا۔ جہان بڑی دھوم دھام سے اُس کا استقبال کیا گیا۔

اس فتح نے مسلمان سردارون کو بے پروا اور بابک کی کاروائیون سے غافل کر دیا۔ مگر وہ اب تک اُسی جوش و خروش سے اپنے دین کی تبلیغ اور قتل و غارت کا میدان گرم کیے ہوئے تھا۔ یہ ملک اس قدر پیچیدہ تھا۔ اُس کی گھاٹیان اس درجہ تنگ اور پیچ و خم سے بھری ہوئی تھین اور تمام راستے اِس قدر اُلجھاؤ کے تھے کہ بابک کے دار السلطنت شہر "بذ" تک پہونچنا تو بڑی بات تھی اِن پہاڑون کے اندر داخل ہوتے ہی انسان کی زندگی بالکل بابک کے اختیار مین ہو جاتی۔ اور یہی وجہ تھی کہ بڑے بڑے کار آزمودہ افسر اور نامی گرامی سپہ سالار اُس کے مقابلے مین زک اُٹھا گئے۔

بدقسمتی سے خراسان کے قافلون کا راستہ اُنھین پہاڑیون مین سے

ہو کے تھا جن پہ بابک کو پورا دست برد حاصل تھا۔ اور اب چونکہ اس کے لاکھوں پیرو قتل ہو چکے تھے اس لیے جو مسلمان اُس کے ہاتھ میں پڑ جاتا عام اس سے کہ سپاہی ہو یا تاجر زندہ نہ بچتا۔ اُس نے میکشی کو حلال و طیب ہی نہیں ثواب کا کام بتا دیا تھا۔ لہذا جس طرح وہ خود ہر وقت مخمور رہتا اُسی طرح اُس کے پیرو بھی جب دیکھیے نشہ میں جھومتے ہوتے اور سرشار نظر آتے۔ اس عام مستی نے اُن لوگوں کی اخلاقی حالت بہت ہی خراب کر رکھی تھی۔ جو بستیاں اُن کے قبضے میں تھیں اُن میں کوئی عورت بھی بے آبروئی سے نہ بچ سکی تھی۔

اسی اثنا میں وہ قافلہ بھی گزرا جس میں عباسی خاندان کی معزز و محترم خاتون عالیہ اور اُس کے اعزہ تھے جو ترکستان و خراسان کے صدہا حجاج کے ساتھ سمرقند سے بغداد کو آ رہے تھے۔ وہ سارا قافلہ لٹ گیا۔ اُس کے مرد قریب قریب سب قتل ہو گئے۔ اور عورتیں بے آبرو کرنے کے لیے پکڑ لی گئیں۔ عربی نژاد عورتوں نے بے کسی اور بے دست و پائی کی حالت میں اور اپنی جان و عزت کے دشمنوں کے ہاتھ میں پڑتے وقت آہ و زاری شروع کی۔ اُنھیں میں سے ریحانہ نے کمال حسرت و یاس کے ساتھ المعتصم کو پکارا جس کی مسند نشینی خلافت کا آوازہ نیا نیا بلند ہوا تھا۔ اُس کی وہ صدائے فریاد اُس کی ماں عالیہ کے ذریعہ سے المعتصم کے کانوں تک پہونچی جو اپنی گزشتہ فتح کے غرور میں بابک خرمی کے فتنے کو بھول گیا تھا۔

تیسرا باب

قلعۂ شاہی

آفتاب غروب ہو رہا ہے۔ اور علاقۂ آذربائجان کے قلعۂ شاہی کے ایک برج کے کلس کے محاذی آسمان پر چھٹی ساتویں شب کے ہلال میں خود بخود روشنی پیدا ہو گئی ہے۔ اُس کی ہلکی ہلکی روشنی میں چار شخص تیز دم مگر تھکے ہوئے گھوڑوں پر سوار اس قلعہ کی طرف لپکتے چلے جاتے ہیں تا کہ رات ہونے سے پہلے ہی قلعے کے اندر داخل

ہو جائین۔ یہ قلعہ جو اِن دونون علاقۂ آذر بائجان کے بڑے زبردست قلعون مین سے شمار کیا جاتا تھا اگرچہ اِن تیز رو راہرو ون کو بالکل قریب نظر آرہا ہے مگر پھر بھی تین چار میل سے کم مسافت پہ نہین ہے۔ یہ لوگ قریب کے جنگل اور پہاڑون سے ابھی نکلے ہین۔ اور اب چونکہ اُن کے سامنے مسطح میدان ایک دلکش مرغزار کی صورت مین نمایان ہے۔ اس لیے رات ہوتے ہوتے قلعہ مین پہونچ جانے کی امید بندھ گئی ہے اور کوشش کر رہے ہین کہ جس قدر جلد ہو سکے اُس رفیع الشان اور سر بفلک پھاٹک کے نیچے جا کھڑے ہون جو شام کے دھندلکے مین ایک کالی ڈراؤنی دیو پیکر شے نظر آرہا ہے۔

خاموشی سے چلتے چلتے ایک نے اپنے برابر والے رفیق کی طرف دیکھ کے کہا "خورزاد۔ اب تو یقین ہے کہ ہم پہونچ جائینگے۔ تم تو یہان رہتے ہو۔ قلعے کا پھاٹک کس وقت بند ہوتا ہے؟"

خورزاد:۔ "بس دو گھڑی رات گئے کے بعد قلعہ مین کوئی نہین داخل ہو سکتا مگر جن دونون کسی قسم کا خطرہ ہوتا ہے چراغ جلتے ہی بند ہو جاتا ہے۔"

پہلا:۔ "ہم تو سویرے پہونچ جاتے۔ مگر پہاڑون مین راستہ بھول گئے۔ اور گھنے جنگل مین بے راہ چلنے کی وجہ سے ہر ہر قدم پہ بڑے بڑے درخت راستہ روکتے تھے خیر اب ہمین اِس قلعے مین پہونچ کے اپنے سردار عصمت کے آنے کی خبر کر دینا لازمی ہے ورنہ اُنھین بڑی تکلیف ہوگی وہ پچھلی رات سے پہلے یہان نہ پہونچ سکینگے اور اُس وقت شاید پھاٹک نہ کھل سکے۔"

خورزاد:۔ "فرخ چہر اُس وقت کیا معنی اِس وقت بھی اگر بند ہو گیا تو پھر اُس کا کھلنا غیر ممکن ہے۔ یہان کے حاکم محمد بن بعیث کا معمول ہے کہ قلعے کے پھاٹک بند کر کے کنجیان خود اپنی جیب مین رکھ لیا کرتا ہے۔ اور شام ہوتے ہی اپنی حرمون مین چلا جاتا ہے۔ جہان کسی کی رسائی نہین ہو سکتی۔ اگر ہمارے پہونچنے سے پہلے پھاٹک بند ہو گیا تو ہمین بھی رات بھر باہر ہی پڑا رہنا پڑے گا۔"

فرخ چہر:۔ "افسوس ایسے بھٹکے کہ رات گئے پہونچین گے حالانکہ ہمین پہر دن رہے ہی پہونچ جانا چاہیے تھا۔"

خورزاد "تمھین جانو۔ تم تو کہتے تھے کہ راستے سے خوب واقف ہو۔ ہم بھی مین کوئی اچھا رہبر ساتھ لے لیتے۔ مگر تمھارے اطمینان دلانے سے اس کی ضرورت نہ معلوم ہوئی"

فرخ چہر "مین فی الحقیقت اِس راستے سے کئی بار گزرا ہون۔ مگر آج اتفاق سے بھول گیا"

خورزاد "ساری خرابی تمھاری وجہ سے ہوئی۔ اپنے پڑاؤ سے ہم ایسے وقت چلے تھے کہ ہمارے سردار عصمت اور ہم سب بغیر کسی تردد کے دن ہی کو پہونچ جاتے۔ مگر تمھارے بھٹک جانے سے اول تو یہ ہوا کہ ہمارے سردار اپنے سارے لشکر کے ساتھ اس وقت تک جنگل مین ٹھوکرین کھاتے اور پہاڑون سے ٹکراتے ہون گے۔ اور اگر ہم تبریز کے قلعے مین نہ داخل ہو گئے تو ہم اور وہ سب رات بھر پریشان ہون گے اور خدا جانے کیا کیا واقعات پیش آئین۔ ہمارے لیے کسی کھلے میدان مین شب بسر کرنا خطرے سے خالی نہین ہے"

فرخ چہر "تو پھر گھوڑے بڑھاؤ۔ اگرچہ مین راستہ بھول گیا تو پھر مین اس کی بھی کوشش کرون گا کہ جس طرح ہو سکے ہم اور ہمارے سردار آج کی رات قلعۂ تبریز کے اندر اور یہان کے حاکم محمد بن بعیث کی مہمانی مین بسر کرین۔ یہ کہتے ہی اُس نے گھوڑے کو ایڑ بتائی۔ ساتھ ہی خورزاد نے بھی گھوڑے کو للکارا۔ اور چارون سوار اپنے تھکے ہوئے گھوڑون کو سرپٹ دوڑاتے ہوئے چلے۔ اور دم بھر مین قلعے کے پھاٹک پر تھے۔

اس وقت دو گھڑی رات جا چکی تھی۔ ناقص چاند کا قرب چھوڑ کے سارے آسمان پر تارے روشن ہو گئے تھے۔ اور اُس کی روشنی مین کوہستان آذربائجان کے صدہا قلعے اپنے سیاہ جسم پر رات کی تیرگی کی قبائین پہنے کھڑے تھے۔ اور قافلے کے اونٹون کیطرح ایک قطار مین منسلک ہو کے جنوب سے شمال کیطرف چلے گئے تھے۔ جن کا جواب قلعۂ شاہی کے بلند کنگرے اور اُس کا عظیم الشان پھاٹک دے رہا تھا ان چارون

سواروں نے جو بڑی امید و آرزو سے آگے تھے۔ اور یہان تک پہونچتے پہونچتے پسینے پسینے ہو گئے تھے پھاٹک کو قریب آ کے دیکھا تو بند ہو چکا تھا۔ سب کے چہرے اُتر گئے۔ اور فرخ چہر نے اپنے رفیقوں کی طرف دیکھ کے کہا "اب کیا ہوگا؟"

خورزاد:" جو کچھ ہو پھاٹک کھلنا تو اب غیر ممکن ہے"!

فرخ چہر:" (ایک دوسرے رفیق کی طرف متوجہ ہو کے جو عمر مین ان دونون سے زیادہ معلوم ہوتا تھا) " بہروز تمھین بتاؤ کہ اب ہم رات کہان بسر کرین؟"

بہروز:" ایوس نہ ہو! ہم سب دروازے کو کھٹکھٹائین۔ اور خوب غل مچائین کوئی تو سنے گا؟ (چوتھے رفیق سے) " ماہیار تمھاری کیا راے ہے؟"

ماہیار:" اِس کے سوا اور کوئی کیا کہہ سکتا ہے؟ بلکہ مین کہتا ہون کہ پہلے تو ہم خوب غل مچائین اور یون سماعت نہ ہو تو بغیر اجازت کے چورون کی طرح قلعے مین داخل ہونے کی کوشش کرین۔ مین یہین نہین کوہ قاف کے علاقے اور کوہ البرز کے نواح مین مدتون ڈکیتی اور قزاقی کرتا ــــــ"

جملہ پورا نہین ہوا تھا کہ کسی نے اوپر سے کہا:" مگر قلعہ شاہی کوہ البرز سے زیادہ مضبوط ہے۔ اور یہان چورون کی وہان سے زیادہ مرمت ہوتی ہے"!

اِس آواز پر سب نے سر اُٹھا کے اوپر دیکھا تو نظر آیا کہ عین پھاٹک کے اوپر زمین سے تیس پینتیس گز بلند ایک جھروکا ہے اور چاندنی کی روشنی مین معلوم ہوا کہ کوئی شخص اُس مین سے سر نکالے ہوئے ہے یہ خیال کر کے کہ اسی شخص نے یہ الفاظ کہے ہون گے ماہیار نے چلا کے کہا "ہم نہ چور ہین نہ ڈاکو۔ تمھارے حاکم محمد بن معیث کے دوست اور اپنے ہادی و مقتدا حضرت بابک کے فدائی ہین۔ اور اپنے سردار عصمت کے ہمراہ آئے ہین کہ تمھاری مدد کرین"! اس کے جواب مین اُس شخص نے کہا " اگر عصمت کے سپاہی ہو تو تمھین معلوم ہوگا کہ مغرب کے بعد اس قلعے کا پھاٹک بند ہو جاتا ہے تو پھر صبح سے پہلے نہین کھل سکتا"!

خورزاد:" خوب معلوم ہے اور اسی لیے ارادہ کر کے چلے تھے کہ غروب آفتاب سے

سے پہلے یہان پہونچ جائین گے۔ مگر راستہ بھول گئے۔ اور بڑی دیر تک وادیون اور گھاٹیون مین ٹکراتے پھرے۔ شام کے قریب ایک کوہ بان (پہاڑ کے چوکیدار) کی مدد سے راستہ ملا۔ مگر اُس نے بتادیا کہ سارے لشکر اور پیدل سپاہ کے یہان تک پہونچنے کا راستہ چکر کا ہے اور اُس راہ سے ہم مع اپنے تمام لشکر کے آدھی رات سے پہلے یہان نہ پہونچ سکین گے۔ اُس نے ایک ایسا راستہ بھی بتایا جو بہت ہی تنگ گھاٹیون سے گزر کے اور دو بلند چوٹیون پر چڑھ کے آنے کا ہے اور وہ دو ہی تین گھنٹون مین قلعہ شاہی تک پہونچا سکتا ہے۔ لیکن اُس راستے سے دو چار سوارون یا پیدل سپاہیون کے سوا زیادہ آدمی نہین گزر سکتے۔ یہ سُن کے عصمت نے ہم چند سوارون کو اُس نزدیک کے راستے سے دوڑایا کہ جہان تک بنے مغرب سے پہلے پہونچ کے اُن کے دوست سردار ابن بعیث کو خبر کر دین تاکہ وہ آج رات کو اُن کے آنے کے وقت تک پھاٹک کھلا رکھین۔"

شخص "اس کا کیا ثبوت کہ تم بابک خرمی کے مرید اور اُن کے سپہ سالار عصمت کی فوج کے سپاہی ہو؟ یا تو ابھی تم اپنی قزاقی اور ڈکیتی کا ذکر کر رہے تھے اور چورون کی طرح قلعے مین گھسنے کی تدبیرین سوچتے تھے یا اتنی دیر مین عصمت کے سپاہی بن گئے!"

ماہیار "یہ مین نے اپنی زندگی کا ایک مدت کا واقعہ بیان کیا تھا۔ اور چورون کی طرح اندر آنے کا ارادہ اس لیے تھا کہ ہزار دروازہ کھٹکھٹایا کسی نے جواب نہ دیا۔ آپ کون ہین؟"

شخص "مین قلعہ کا دربان ہون۔ اور رات کو پھاٹک کے اوپر اسی حجرے کے پاس سویا کرتا ہون۔"

خورزاد "تو مہربانی کر کے اپنے آقا محمد بن بعیث کو ہمارے آنے کی خبر کر دیجیے۔"

دربان "اس وقت اُن کے پاس کون جا سکتا ہے؟ وہ محل مین پہونچ گئے اپنی حرمون مین آرام فرماتے ہون گے کسی کی مجال نہین کہ اُن کے عیش مین خلل ڈالے۔"

فرخ چہر:" اور پھاٹک کی کنجیاں کس کے پاس ہیں؟"

دربان:" پھاٹک اپنے سامنے بند کرا کے کنجیاں وہ خود اپنے ساتھ لے جاتے ہیں۔"

فرخ چہر:" تو رات کو اگر ناگہاں کوئی دشمن قلعے پر آپڑے تو بھی انھیں خبر نہ کی جائے گی؟"

دربان:" (قہقہہ مار کے) دشمن جب آئے گا دیکھا جائے گا۔ تمھارے سے چند چوروں کے لیے اکیلا میں اور میرے دس پہرے والے سپاہی کافی ہیں۔"

خورزاد۔ (طیش میں آکے اور برہمی کے لہجے میں) "گر ہم سے بگاڑنا تم سمجھ سکتے ہو کہ کسی بڑے سے بڑے دشمن کے حملے سے بھی زیادہ خوفناک ہے۔ خوب یاد رکھو کہ حضرت اقدس واعلیٰ بابک کو ناراض کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ اُن کو ناراض کرنا زندگی سے ہاتھ دھونا ہے۔ یزدان پاک نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اِن سینوسواد پہاڑوں میں وہی رہے گا جو آئین بابکی کا پیرو اور حضرت بابک کا مطیع و منقاد ہوگا۔"

دربان:" لیکن ہمیں کیونکر یقین آئے کہ تم عصمت کے ہمراہی ہو؟"

فرخ چہر:" تمھارے یقین کرنے کے لیے یہی کافی ہے کہ ہم دوست بن کے آئے ہیں۔ اور اپنے کام کے لیے نہیں تمھیں اُس عظیم الشان تباہی سے بچانے کو آئے ہیں جو تمھارے سر پر آپہونچی ہے۔"

دربان۔ (ہنس کے) "ایسے فقروں میں قلعۂ شاہی کا دربان نہیں آسکتا!"

فرخ چہر:" خیر تو اب یہی فیصلہ ہے کہ ہم اور ہمارے سردار عصمت جو اس لیے آئے تھے کہ ابن الرواد کے حملے سے جو بغداد سے ایک زبردست لشکر لے کے آرہا ہے تمھیں بچائیں اُسی کے ساتھ مل جائیں۔ اور بچانے کے تمھاری مدد کے تمھاری تباہی اور ہلاکت کی کوشش کریں گے۔"

دربان۔ (اضطراب کے لہجے میں) "کیا یہ صحیح ہے؟ پرسوں یہاں بھی بازاروں میں ابن الرواد کے آنے کی افواہ مشہور ہوئی تھی مگر کسی نے

اس کا یقین نہین کیا"
فرح چہر:- اب پرسون جب وہ زبردست لشکر آکے محاصرہ کرے گا اُس وقت یقین کرنا۔ مگر اس سے پہلے بلکہ آج ہی آدھی رات سے ہمارا لشکر محاصرہ کرے گا۔ تاکہ قلعہ والون مین سے کوئی زندہ بچ کے نہ نکل سکے"
دربان:- تم تو ایسی باتین کرتے ہو کہ مجھے ہر طرف سے خطرے ہی خطرے نظر آتے ہین۔ مگر یقین جانو کہ رات کے وقت مجھے نفیشا کی حرم سرا کی ڈیوڑھی مین قدم رکھنے کی بھی اجازت نہین ہے فقط اس لیے نہین کہ وہ عیش و عشرت کے وقت کسی فکر کو پاس نہین آنے دیتے بلکہ اس سبب سے بھی کہ وہ نہایت ہی غیور واقع ہوئے ہین۔ اور اس کے روادار نہین کہ اُن کی حرمون کے پاس پرندہ بھی پر مارے"
خورزاد:- یہی حال ہے تو وہ خوب حکومت کرین گے۔ ہمارے حضرت اقدس و اعلیٰ جناب بابک اگرچہ خود یزدان پاک نہاد کا ایک جلوۂ کمال ہین۔ اور بقول تمھارے پیغمبر کے کہ اللہ جمیل و یحب الجمال وہ مہ جبین عورتون سے اتنا اُنس رکھتے ہین کہ ہر پری جمال نازنین چاہے کوئی ہو اور کسی گھر مین ہو اُن کے لیے مباح ہے۔ ماہ وش جادو نگاہون کے نازک ادا گورے ہاتھون سے دم بدم ارغوان کے جام پیتے رہتے ہین لیکن مجال کیا کہ ایک گھڑی کے لیے بھی غافل ہو جائین۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتے ہین اور دشمن کہین ہو۔ اُس کے سر پر اپنی یزدانی قوت سے برق جہان سوز کی طرح ایک چشم زدن مین جا پہونچتے ہین۔ اُن کی یہی سرد شستاقی قوت ہے جس نے عربون کو ہر جگہ ذلیل و خوار کر رکھا ہے"
ماہیار:- ایسے یزدان مظہر آقا کو قلعۂ شاہی کے حاکم کے ایسے غافل و عیش پرست دوست نہین چاہیے"
دربان:- خیر مین جا کے جس طرح بنے خبر کرتا ہون۔ لیکن تم لوگون مین کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے وہ پہچانتے ہون؟"
خورزاد:- مجھے وہ خوب پہچانتے ہین مین حضرت بابک کے حکم سے دو مہینے

یہان رہا تھا۔ اور اکثر اُن کے ہمراہ رہا کرتا تھا۔ غالباً تم نے بھی کبھی دیکھا ہو مگر اپنا نام بتاؤ تو شاید تمھین پہچان کے مین کچھ پتہ دے سکون "
دربان "میرا نام شبل بن ہمیار ہے پہلے خاص محل کے پہرے پر تھا اب کئی مہینے سے قلعہ کے پھاٹک پر متعین ہون "
خورزاد " تو کہہ دو کہ حضرت بابک کی ساقیہ محبوبہ ماہ آفرید کا بھائی خورزاد حاضر ہے اس پتہ سے تم بھی پہچان لوگے اور تمھارے آقا بھی سمجھ جائین گے "
شبل۔ (دربان) "اچھا تو تھوڑی دیر ٹھہرو مین محل مین جا کے خبر کرتا ہون "
یہ کہہ کے دربان چلا گیا۔ اور یہ لوگ گھوڑون سے اُتر کے پھاٹک کے برآمدے کے سایے مین چار جامے بچھا کے بیٹھ گئے۔ پورا ایک گھنٹہ نہ گزرا ہوگا کہ برف پڑنے لگی جو سارے میدان مین دُھنکی ہوئی سفید براق روئی کی طرح زمین پر بچھتی جاتی تھی۔ برف کو دیکھ کے یہ لوگ بہت گھبرائے۔ اور فرخ چہر نے وحشت و خوف کے لہجے مین کہا "اس برف مین ہمارے سردار عصمت کیسے آئین گے ؟"
ماہیار " بڑی مشکل کا سامنا ہے۔ دعا کرو کہ حضرت بابک کی توجہ سے زیادہ برفباری نہ ہو "
بہروز " ابھی تک تو وہ چلے آئین گے لیکن اس سے زیادہ برف پڑی تو نہ گھوڑے قدم اُٹھا سکین گے نہ آدمی " یہ کہہ کے وہ اُٹھ کے دو قدم آگے گیا۔ نیزے کے نیچے والی شام کو برف مین گڑو کے ناپا۔ اور بولا "دو اُنگل برف پڑ چکی ہے "
خورزاد " خیر یہان تک غنیمت ہے لیکن ایک بالشت سے زیادہ بڑھی تو جانو قیامت ہے۔ آؤ ہم سب حضرت اقدس و اعلی بابک کی طرف توجہ کر کے اُن سے التجا کرین کہ یہ مصیبت دفع ہو۔ ورنہ ہمارے سردار عصمت کے ساتھیون مین سے ایک بھی زندہ نہ بچے گا " اس تجویز کے مطابق کل باقی رفقا اپنے شہر بذ کی طرف رُخ کر کے ادب سے دو زانو ہو اور اپنے سرون کو سینون پر جھکا کے مراقبے مین مشغول ہو گئے۔ یہ لوگ یونہین خاموش اور بابک خرمی

سے لو لگائے بیٹھے تھے کہ یکایک پھاٹک کھلا۔ اور محمد بن مغیث دس پندرہ مسلح سپاہیوں کے ساتھ تلوار کھینچے ہوئے باہر نکلا۔ اور ان خاموش سپاہیوں کے سامنے ٹھہر کے برہمی کے لہجے میں کہنے لگا "ساری دنیا جانتی ہے کہ قلعہ شاہی کا پھاٹک رات کو نہیں کھلتا۔ مگر تم جان بوجھ کے اسی وقت مجھے ستانے کو آئے ہو۔ میں نے تمھارے سردار بابک سے اس لیے دوستی کی ہے کہ بے فکر ہو کے بیٹھوں اور رات کو آرام سے سوؤں نہ اس لیے نہیں کہ تم آدھی رات کو آ کے مجھے اور قلعہ والوں کو پریشان کرو۔ (ذرا ٹھہر کے) تم جواب کیوں نہیں دیتے؟ بولو! آخر اس وقت آنے کی کیا ضرورت تھی؟ (تھوڑے سکوت کے بعد) ایں! نہ بولو گے؟ آخر سانپ سونگھ گیا! یا مر گئے؟ کیا ہوا؟ خوب۔ اب بھی جواب نہیں۔ اب تو مجھے اس میں بھی شبہ معلوم ہوتا ہے کہ تم عصمت کے ساتھی ہو یا قلعے کا پھاٹک کھلوانے کے لیے جھوٹ فقرہ اڑا دیا" یہ کہتے ہی اس نے تلوار اٹھا کے ارادہ کیا کہ ان پہ حربہ کرے مگر فرخ چہر نے جھپٹ کے حاکم قلعہ کی تلوار اپنی تلوار پر لی اور کہا "ذرا صبر کیجیے۔ ہم لوگ اس وقت حضرت بابک سے لو لگائے ہوئے دعا کر رہے ہیں کہ یہ غبار ہی رک جائے۔ اور ہمارے سردار عصمت بخیریت یہاں پہونچ سکیں"

اب چونکہ صحبت مراقبہ برہم ہو گئی تھی سب باقی رفقا اٹھ کھڑے ہو گئے۔ اور خورزاد نے بڑے دم کے طیش اور جوش کے لہجے میں کہا "جتنی ضرورت تم کو ہمارے یزدان حضرت مظہر سے دوستی رکھنے کی ہے اس قدر انھیں تم سے اتحاد رکھنے کی نہیں ہے تم نے عباسی حملوں کے خوف سے خود ہی ہماری طرف رجوع کیا۔ اگرچہ ہم کو اس معاملے میں دخل دینے کا حق نہیں ہے۔ یہ کام ہمارے مقتدا حضرت بابک کا ہے۔ یا ان کے سپہ سالار عصمت کا۔ مگر ہم اپنے پاک نہاد آقا کی نسبت ایسا سخت لہجہ اور ایسے ذلیل الفاظ نہیں سن سکتے جو ابھی تمھاری زبان سے نکلے۔ تم غافل پڑے سو رہے ہو اور اس کی خبر نہیں کہ ابن الرواد تمھاری ہلاکت کا پورا سامان کر چکا۔ آج ہی کل میں آ کے

قلعۂ شاہی پر قبضہ کرے گا۔ اور تم کو طوق و سلاسل مین جکڑ کے عباسی خلیفہ معتصم کے پاس بھیجے گا تاکہ اُس کے ہاتھ سے اپنی اس دیرینہ دشمنی کی سزا پاؤ۔ ہمارے آقا بابک کو اپنی غیب دانی کے زور سے خبر ہو گئی اور سردار عصمت کو زبردست لشکر کے ساتھ روانہ کیا کہ تم کو موت کے پنجے سے چھڑائین اور تم بجائے شکر گزاری کے بدو ماغ ہوتے ہو!"

محمد بن مغیث۔ (کچھ سوچ کے اور تلوار کو میان مین کر کے) "تو پھر تمھارے سردار کہان ہین؟ اور اس وقت تک کیون نہین آئے؟"

خورزاد: "ہم ساری سرگزشت تمھارے قلعے کے دربان شبل سے بیان کر چکے ہین اور اس نے تم کو سنادی ہو گی!"

محمد بن مغیث: "ہان سُن چکا ہون۔ لیکن تم نے میری بات کا جواب کیون نہین دیا؟"

خورزاد: "اس لیے کہ ہم اپنے پاک نہاد مظہر یزدان سے لو لگائے دعا کر رہے تھے کہ یہ قیاری موقوف ہو۔ اور ہمارے سردار عصمت کو یہان تک پہونچنے مین دشواری نہ پیش آئے!"

فرخ چہر: (خورزاد سے) "خیر ہو گا۔ جانے بھی دو سردار محمد بن مغیث ایک زبردست حاکم اور ہمارے آقا کے دوست ہین آپ کے ساتھ اس لہجے مین گفتگو نہ کرنی چاہیے۔ (محمد مغیث سے) "حضور آپ برہم نہ ہون۔ اور یہ خیال فرمائین کہ ہم آپ کے محترم دوست کے بھیجے ہوئے ہین اور آپ ہی کی مدد کو آئے ہین۔ آپ کو جو تکلیف دی اس کی معافی مانگتے ہین۔ اور فقط اتنی درخواست ہے کہ جب تک ہمارے سردار عصمت نہ پہونچ لین پھاٹک نہ بند کیا جائے۔ یا اس کا انتظام رہے کہ اُن کے آتے ہی کھل جائے!"

محمد بن مغیث: "تمھاری خاطر سے مین انتظام کیے دیتا ہون کہ پھاٹک کھلا رہے مگر جب تک بند نہ ہو تم لوگ باہر ٹھہرنا اور ذمہ دار ہونا پڑے گا کہ کوئی اور شخص قلعے کے اندر قدم نہ رکھے گا۔ باقی رہا یہ کہ ابن الرواد میرے مقابلے کو آتا ہے اس کی مجھے پروا نہین۔ اگر وہ بیس سال گھیرے پڑا رہے

تو بھی قلعہ شاہی کا کچھ نہین بگاڑ سکتا۔ اور ماسوا اس کے مجھے اس خبر کا اعتبار بھی نہین ہے۔ مین نے اُسے ایسی شکست نہین دی تھی کہ پھر کبھی میرا سامنا کرنے کی جرأت کر سکے تاہم تم چونکہ کمک اور ہمدردی کے ارادے سے آئے ہو اس لیے تمھارا شکریہ ادا کرتا ہون۔ لیکن اس وقت آدھی رات کو قلعہ کے اندر تمھارے ٹھہرانے کا کوئی سامان نہین ہو سکتا۔ تمھین اور تمھارے سردار عقمت کو باہر ہی ٹھہرنا پڑے گا۔ مگر یہان ٹھہرانے کے لیے مین اسی وقت جا کے خیمون کا انتظام کرتا ہون۔ اور اُن کے آنے سے پہلے پورا پڑاؤ درست ہو جائیگا"

فرخ چہر" اس کو تو ہمارے سردار بھی زیادہ پسند کرتے۔ مگر اس وقت تو برف پڑ رہی ہے"

شبل" (میدان مین دو چار قدم کا چکر لگا کے) نہین برفباری موقوف ہو گئی"

خورزاد" موقوف ہو گئی! سبحان اللہ! سبحان اللہ! ہمارے آقاے یزدان مظہر کے تصرف کا اس سے بڑا کیا ثبوت ہو سکتا ہے؟ اب بھی جو اُن پر ایمان نہ لائے اپنی عقبیٰ خراب کرتا ہے"

فرخ چہر" اس مین کیا شک ہے! (محمد بن مغیث سے) لیکن حضور یہ تو ملاحظہ فرمائین کہ سارا میدان برف سے پٹا پڑا ہے کوئی کہان ٹھہرے گا؟"

محمد بن مغیث" مین دم بھر مین برف کو ہٹوا کے خیمہ گاہ کے لیے زمین صاف کرا دون گا۔ اور چند تخت اور پلنگ بھی بھیج دون گا؟"

خورزاد" اور جو پھر برف پڑنے لگے تو؟"

محمد بن مغیث" جون تون کر کے رات کاٹ لو۔ صبح کو سب باتون کا انتظام ہو جائے گا"

یہ کہہ کے حاکم قلعہ محمد بن مغیث چلا گیا۔ اور اس کے حکم سے سیکڑون مزدورون نے آ کے پھاوڑون سے برف کاٹ کاٹ کے میدان صاف کیا جھٹ پٹ تیس چالیس خیمے نصب ہو گئے۔ اُن کے اندر تخت اور پلنگ بھی بچھ گئے۔ اور پچاس ساٹھ مشعلچی بھی مشعلین لے کے آ گئے۔ اور دیکھتے ہی

دیکھتے دیکھتے اُس سنسان میدان میں ایک بستی آباد ہو گئی خیمہ گاہ کو درست ہوئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ عصمت اپنے لشکر کے ساتھ آ پہونچا جو مارے سردی کے بیجان ہو رہا تھا۔ شہر کے باہر ٹھہرنے کا انتظام دیکھ کے اُس نے خور زاد سے کہا "آج تو قلعہ کے اندر اور پختہ چھتوں کے نیچے ٹھہرنا چاہیے تھا" اُس کے جواب میں خور زاد نے اول سے آخر تک ساری کیفیت بیان کی۔ اور کہا "حضور محمد بن مغیث بھروسے کے قابل نہیں ہے۔ اول تو اُس نے آپ کا اور ہمارے حضرت یزدان مظہر بابک کا ذکر اچھے لفظوں میں نہیں کیا۔ اس کے بعد گو کہ اُس سے خواہش کی گئی۔ مگر اُس نے قلعہ کے اندر داخل ہونے کی نہ ہمیں اجازت دی۔ اور نہ حضور کے اندر ٹھہرنے کو جائز رکھا"

عصمت "اُس کا کبھی اعتبار نہ تھا۔ وہ ہماری اور عربوں کی دشمنی سے فائدہ اُٹھایا کرتا ہے۔ بھلا ایک مسلمان شخص ہمارا دوست ہو سکتا ہے؟ خیر اب ان باتوں کو چھوڑو اور گرمی پیدا کرنے کی کوشش کرو برف میں سفر کرنے سے میرے ہاتھ پاؤں ٹھٹھر گئے ہیں۔ اگر ہم سب کے پاس شراب کی ایک ایک چرمی صراحی نہ موجود ہوتی تو میں یہاں تک زندہ نہ پہونچ سکتا"

خور زاد "میں نے بہت سی لکڑیاں ڈھیر کرا لی ہیں۔ اور سب خیموں کے اندر الاؤ جلوا دیے ہیں۔ جس وقت برف پڑنے لگی ہے ہم سب گھبرا اُٹھے تھے۔ اور حضور کی جانب سے بڑا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ ہم سب نے مراقبہ کر کے حضرت بابک پاک بے ہمادی کی طرف توجہ کی اور صدق دل سے التجا کی کہ وہ اس برف باری کو موقوف کریں۔ اور اُن کی توجہ سے برف فوراً رک گئی۔ محمد بن مغیث نے تو یہ چاہا تھا کہ قلعے کے باہر اس برف میں ڈال کے ہم سب کو ہلاک کر ڈالے۔ مگر میں نے اُس کے آدمیوں سے لکڑیاں منگوانے کا خاص اہتمام کیا۔ اور حضور کے آنے سے پہلے ہی خیمے گرم کر دیے"

عصمت "تمھاری وفاداری ومحبت کا مین شکر گزار ہون. چلو خیمے کے اندر بیٹھین- اب مجھ مین یہان کھلے میدان مین ٹھہرنے کی تاب نہین ہے"

اس کے بعد سب جا کے خیمون مین بیٹھے. شراب کے جام پر جام پی کی جسم مین حرارت اور خون مین روانی پیدا کی. آگ کو خوب تیز کر کے سردی کا اثر مٹایا- اور جب ذرا گرما لیے تو سب نے کچھ کھایا پیا- اور پوستینین اور بھاری بھاری کمل اوڑھ کے سو رہے-

صبح کو کچھ دن چڑھے جب آفتاب اچھی طرح بہت بلند ہو لیا تو محمد بن مغیث اپنے دو سو مسلح غلامون کے ساتھ آ کے عصمت سے ملا. اور ایسے اخلاق کے ساتھ پیش آیا. اور اپنی باتون سے ایسا خلوص ظاہر کیا کہ جو لوگ رات کو اُس کا برتاؤ دیکھ چکے تھے متحیر تھے- مگر خورزاد کے چشم وابرو دیکھ کے اُس نے خیال کیا کہ ان لوگون نے رات کے واقعات اپنے سردار سے بیان کر دیے ہون گے- لہذا عذر خواہی کی بنیاد ڈالنے کی غرض سے کہنے لگا "رات کو گھر مین جاتے ہی مین شراب ارغوانی کے جام پینا شروع کر دیتا ہون اِس کے اثر سے میری طبیعت کچھ ایسی خراب ہو جاتی ہے کہ لوگون کو بے وجہ ڈانٹنے ڈپٹنے لگتا ہون- اور یہی سبب ہے کہ مین نے رات کو گھر سے نکلنا ہی موقوف کر دیا"

عصمت- (اصلی مطلب کو ٹال کے) "آپ مسلمان ہو کے شراب پیتے ہین؟"

مغیث "نہ پیون تو کیا کرون؟ یہان کی سردی مین بغیر شراب پیے حواس ہی نہین درست رہتے"

عصمت "خیر مضائقہ نہین" اس کے بعد عصمت نے بیان کیا کہ ہم لوگ آپ ہی کی مدد کو آئے ہین- ہمارے سردار حضرت بابک جب سے آپ کے دوست ہو گئے ہین اُنھین ہر وقت آپ ہی کی فکر رہتی ہے- ان دنون اُنھین اپنے کشف سے معلوم ہوا کہ آپ کا دشمن ابن الرواد بغداد سے ایک بہت بڑا لشکر لے کے روانہ ہوا ہے کہ آپ کے قلعے پر حملہ کرے- دوسرے دن معتبر جاسوسون سے بھی اس الہام کی تصدیق ہو گئی- اور اُسی وقت اُنھون نے ہمین روانہ

کیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو یہان پہونچ کے آپ کی مدد کرین۔"

ابن مغیث "لیکن ابھی دس بارہ روز تک تو وہ یہان نہین پہونچ سکتا۔ ایسا ہوتا تو مجھے اپنے مخبرون سے اس کی خبر ضرور مل جاتی لیکن آپ کا مین نہایت ہی شکر گذار ہون کہ فوراً میری مدد کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ رات کو شراب کے نشہ مین مجھے اس کا خیال نہ رہا کہ آپ کو اور آپ کے ہمراہیون کو قلعے کے باہر تکلیف ہو گی۔ اور سب صاحبون کو اندر بلا کے اپنا مہمان کرون۔ جس کی مجھے بڑی ندامت ہے۔ اور اس فروگذاشت کے بارے مین معافی مانگ کے آرزو کرتا ہون کہ جب تک آپ یہان رہین میرے ہی مہمان رہین۔ اور قلعہ کے اندر چل کے ٹھہرین۔ مین اسی وقت جا کے سب صاحبون کے لیے مکان خالی کرا تا ہون۔"

عصمت "مگر میرے لیے آپ لوگون کو تکلیف نہ دین۔"

ابن مغیث "تکلیف کسی کو نہ ہو گی۔ لیکن ہان ذرا دیر ہو گی۔ بس شام تک سب انتظام ہو جائے گا۔ دن کو تو کھانا یہین آ جائے گا۔ رات کو آپ قلعہ کے اندر میرے ساتھ کھانا تناول فرمائین۔ اور کل سارا لشکر اندر منتقل ہو جائے۔

عصمت "مجھے کسی بات مین عذر نہین۔"

ابن مغیث "تو اپنے کسی معتبر آدمی کو میرے ساتھ کر دیجیے تاکہ اُس کے مشورے سے سب سامان آپ کی مرضی کے موافق درست ہو جائے۔" یہ کہہ کے اُس نے چارون طرف نظر دوڑائی اور فرخ چہر سے جو عصمت کے پیچھے کھڑا تھا کہا "آپ میرے ساتھ قلعے مین چلے چلین۔"

فرخ چہر "اگر میرے آقا اجازت دین گے تو مین چلا چلون گا۔"

عصمت نے اجازت دی اور ابن مغیث فرخ چہر کو اپنے ساتھ لے کے قلعہ مین گیا۔ اور دوپہر کو کھانے کے ساتھ واپس آیا۔ عصمت کے ساتھ کل پانسو بابکی تھے جو تعداد مین اگرچہ تھوڑے تھے مگر نبرد آزمائی مین نہایت ہی مشاق اور شہر بُذ کے تمام بابکیون مین منتخب تھے۔ فرخ چہر واپس آیا تو عصمت نے پوچھا "تم وہ مقام دیکھ آئے جہان ہم قلعے کے اندر ٹھہرین گے؟"

ہمارے تمام ساتھیوں کے لیے وہ جگہ کافی ہے؟ اور ہمیں وہاں تکلیف تو نہ ہو گی؟"

فرخ چہر:"وہ جگہ تو تنگ ہے۔ چند منتشر مکانات خالی کرائے گئے ہیں جو جدا جدا ہیں۔ اور ہمارے رفیقوں کو وہاں مختلف محلوں میں الگ الگ رہنا ہوگا۔ لیکن اتنا فائدہ ہے کہ سردی کی زیادہ تکلیف نہ ہو گی۔"

عصمت:"ایسا ہے تو مجھے وہاں چلنا نہیں منظور ہے ہمیں ان لوگوں کا اعتبار بھی نہیں ہے۔ اور ان کے قلعہ کے اندر اس طرح رہنا کہ ہمارے ساتھیوں کو ایک دوسرے کی خبر نہ ہو ہرگز نہیں مناسب ہے۔ ابن مغیث سے جا کے کہہ دو کہ تکلیف نہ کریں۔ میں یہاں کھلی فضا میں رہنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔"

فرخ چہر قلعے میں واپس گیا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد ابن مغیث کے چند سرداروں کے ساتھ واپس آ کے کہا، "اگر حضور کو یہیں رہنا پسند ہے تو انھیں زیادہ اصرار نہیں۔ مگر اپنے ان سرداروں کے ذریعے سے پیام بھیجا ہے کہ رات کو آپ کی دعوت ہے۔ اور آپ کو اپنے مخصوص لوگوں کے ساتھ قلعے کے اندر آ کے اُن کے ساتھ کھانا نوش کرنا پڑے گا۔"

عصمت۔ (ابن مغیث کے لوگوں سے) "ان سے کہہ دینا کہ مجھے آپ کی دعوت قبول کرنے میں عذر نہیں۔ رات کو اپنے پچاس ہمراہیوں کے ساتھ آ کے وہیں کھانا کھاؤں گا۔"

یہ اطمینان بخش جواب پا کے وہ لوگ چلے گئے۔ اور اُن کے جانے کے بعد عصمت نے تعجب کے لہجے میں فرخ چہر سے پوچھا "یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ابن مغیث تمھیں کو اپنے ساتھ لے گیا؟" یہ سُن کے خرم زادہ جو اپنے آقا کے پیچھے تھا بڑھ کے آگے آیا۔ اور کہا، "اس کا سبب غلام سے سنیے۔ رات کو جب میں نے اُسے سخت جواب دیا۔ اور اس کی بدتمیزی و بے ادبی پر اُسے متنبہ کیا تو اُسے بڑا طیش آ گیا تھا۔ مگر میرے دوست فرخ چہر نے دو ایک خوشامد کی باتیں کر کے اُسے راضی کر لیا۔ بس اتنے ہی سبب سے وہ اُن سے خوش ہو گیا۔ اور اپنے ساتھ لے جانے

کے لیے انھین کو منتخب کیا"۔
عصمت۔ (مسکرا کے) "معلوم ہوتا ہے بالکل ذلیل اور چھچھورا آدمی ہے۔ بجاے اس کے کہ تمھاری سچائی اور آزادانہ راست بازی کی قدر کرتا ان کی خوشامد مین آ گیا! تجربے سے معلوم ہوا کہ یہ اس قابل نہین ہے کہ حضرت بابک اس پر بھروسہ کرین۔ اور ہم لوگ جو سیدھے سادھے سپاہی ہین۔ اس کے دوست نہین ہماری دوستی سے اسے تو بیشک فائدہ پہونچے گا مگر ہمین اس سے کوئی نفع نہین حاصل ہو سکتا۔ مین اب کی واپس چل کے حضرت بابک سے عرض کرونگا کہ یہ شخص حضور کا دوست بننے کے قابل نہین ہے"۔
خورزاد۔ "لیکن حضور نے کچھ اس کا بھی خیال کیا کہ یہان ابن الرواد کے آنے کی کوئی خبر نہین۔ اور اگر وہ نہ آیا یا اس کے آنے مین دیر ہوئی تو ہم اس کے انتظار مین کب تک یہان پڑے رہین گے؟"
عصمت۔ "ہمارے حضرت بابک پاک نہاد کو فقط اتنا معلوم ہوا کہ بغداد سے کوئی شخص بہت بڑا زبردست لشکر لے کے ادھر چلا ہے۔ یہ ہمارے جاسوسون کا قیاس تھا کہ وہ ابن الرواد ہو گا۔ اور ابن مغیث سے انتقام لینے کے لیے یہین آئے گا تاکہ اس قلعۂ شاہی اور قلعۂ تبریز کو اس سے چھین لے۔ اگر یہ قیاس صحیح ہے تو کل پرسون تک پتہ لگ ہی جائے گا۔ لیکن اگر دیر ہوئی تو تین چار روز کے بعد ہم واپس چلے چلین گے"۔
فرخ چہر۔ "حضور مین تو یہان گھبراتا ہون۔ اور جی نہین چاہتا کہ حضرت بابک کے قدمون سے دور رہون۔ لیکن حکم سے مجبور ہون۔ حضور جس قدر جلد واپس تشریف لے چلین گے اسی قدر زیادہ خوش ہون گا"۔
عصمت۔ "ہم خود ہی کسی جگہ زیادہ زمانے تک ٹھہر نہین سکتے۔ مگر اپنی آزاد سرزمین کے بچانے کے لیے ضرورت ہے کہ برابر چلتے پھرتے رہین اور ہر وقت حریفون کا سامنا کرنے کے لیے تیار رہا کرین"۔
تھوڑی دیر کے بعد عصمت نے دس بارہ رفقا کو ساتھ لے کے

گرد کی پہاڑیون مین چکر لگایا۔ تیرون سے کئی ہرن مارے۔ اور واپس آکے اپنے خیمے مین سو رہا۔

چوتھا باب

دعوت

شام کو عصمت نے اُٹھتے ہی چراغ کی لو کے سامنے خشوع و خضوع کے ساتھ بطریق عبادت سر جھکا کے ایک دعا پڑھی۔ اور اپنے لشکر کے پچاس منتخب سردارون کو بلا کے کہا "تم سب کو ہمارے ساتھ قلعے مین چل کے ابن مغیث کی دعوت کھانا ہے۔ اس کے لیے تیار ہو جاؤ۔ فقط اس کا خیال رہے کہ کپڑے صاف ستھرے اور حتی الامکان پرتکلف ہون۔ اور دو ایک ہتھیارون کے سوا زیادہ بوجھ لاد کے لیجانے کی بھی ضرورت نہین۔ کسی میدان کارزار مین نہین بلکہ ایک پرتکلف دعوت مین چل کے کھانا۔ شراب پینا۔ ناچ دیکھنا۔ اور گانا سننا ہے۔ شراب پینا آئین بابکی مین داخل عبادت ہے۔ اور اگر کسی مسلمان عرب کے ہاتھ سے ملے تو زیادہ ثواب کا کام ہے۔"

سب تعمیل حکم کے لیے اپنے خیمون مین گئے۔ اور آدھ گھنٹے کے بعد قلعے سے سوارون کے ایک دستہ کے ساتھ ابن مغیث کا ایک مصاحب خاص آیا۔ اور ادب سے عرض کیا "ہمارے آقا حضور کا انتظار کر رہے ہین۔"

عصمت نے کہا "مین بھی تمھارا منتظر تھا۔ اچھا ذرا ٹھہرو۔ کپڑے بدل کے چلتا ہون۔" یہ کہتے ہی خورزاد کو بلا کے حکم دیا کہ جو لوگ ساتھ چلنے والے ہین انھین فوراً بلا کے جمع کرو۔ اور خود دوسرے خیمے مین جا کے کپڑے بدلے۔ اس کے تیار ہونے تک پورے پچاسون بابکی جمع ہو چکے تھے جن مین فرخ چہر خورزاد۔ ماہیار۔ اور تہرو ز بھی تھے۔

اب عصمت اور اُس کے پچاسون رفقا گھوڑون پر سوار ہو کے چلے۔ ابن مغیث کا مصاحب اُس کے ہمراہ چلا۔ اور اُس کے ساتھ جو سوارون

کا دستہ آیا تھا وہ جلوس یا گارڈ آف آنر کی طرح آگے ہو لیا۔ قلعے کے اندر داخل ہو کے یہ جلوس سڑکوں اور گلیوں سے گزرا۔ اور جس جگہ پہونچا لوگ خوشی کے نعرے بلند کرتے اور برابر دور و یہ مکانوں اور اُن کی چھتوں سے "خوش آمدی" اور "مرحبا" کے الفاظ جوش کے لہجے میں سُننے جاتے جس سے عصمت کو یقین ہو گیا کہ ابن مغیث ہمارا سچا دوست ہے۔ اور وہی نہیں اُس کی رعایا بھی ہمارے استقبال میں غیر معمولی گرمجوشی دکھا رہی ہے۔

اس مسرت و اطمینان کے ساتھ باکی مہمان ابن مغیث کے قصر کے دروازے پر پہونچے۔ جہاں خود ابن مغیث اپنی دہلیز کے باہر انتظار میں کھڑا تھا۔ یہاں پہونچتے ہی ان ہر دلعزیز مہمانوں پر ہر طرف سے پھولوں کا مینہ برسنے لگا۔ اور دس پری جمال لونڈیوں نے جو حریر و دیبا کے کپڑے پہنے اور زریں صدریاں پہنے اور سر سے پاؤں تک زیور سے آراستہ و پیراستہ تھیں چنگ و رباب بجا بجا کے نغمۂ مبارکباد گایا۔ اور پھر ناچ ناچ کے اپنے گورے اور نازک ہاتھوں سے اِن سب مہمانوں کے گلے میں پھولوں کے ہار ڈالے۔

اب ابن مغیث عصمت اور اس کے کل ہمراہیوں کو اپنے اُس بڑے دیوان خانے میں لے گیا جو آج کے جشن طرب کے لیے خوب سجا گیا تھا۔ کافوری شمعیں ہر طرف دریچوں میں روشن تھیں۔ چھت میں بھی جا بجا شمعدان اور چراغ لٹکے ہوئے تھے۔ چاروں کونوں پر چار نقرہ انگیٹھیوں میں عود و عنبر سلگ رہا تھا۔ اور زمین پر نہایت قیمتی ریشمی قالینوں کا فرش تھا۔ چاروں طرف بڑے بڑے تکیے رکھے ہوئے تھے۔ یہاں لا کے ابن مغیث نے عصمت کو صدر میں بٹھایا۔ وہ خود اُس کے پاس بیٹھ گیا۔ اور اُن کے بیٹھتے ہی عصمت کے تمام رفقا بھی چاروں طرف تکیوں سے پیٹھ لگا کے بیٹھ گئے۔

اب ابن مغیث کی استدعا پر عصمت نے بابک خرمی کے حالات و کرامات بیان کرنا شروع کیے تھے کہ یکایک اُکادون کا فرماجرا پری پیکر و نوں کا ایک غول آ کے نازک ادائی اور معشوقانہ دلربائی کی شان سے برابر یا ندھ کی سامنے

کھڑا ہوگیا۔ یون تو سب جادو نگاہ و شعلہ رُخ تھین۔ مگر ایک محبوبۂ حور شمائل جو سب کے آگے تھی آفت روزگار اور لاکھون خوبرؤون مین انتخاب تھی اُسے ابن مغیث نے بلا کے عصمت کے برابر بٹھا دیا۔ اور تمام مہمانون کی طرف متوجہ ہو کے کہا "جس طرح مین نے اس پری وش ماہ طلعت کو اپنے دوست عصمت کی خدمت مین پیشکش کیا ہے اُسی طرح باقی پری پیکر مہ جبینین آپ سب صاحبون کی نذر ہین۔ ہمارے معزز دوست کے رفقا مین سے ہر ایک اِن مین سے ایک ایک کو اپنی مرضی اور ذوق کے مطابق پسند کرے۔ تاکہ ہر مہمان ایک گل رخسار محبوبہ کو اپنے پہلو مین بٹھا کے صحبت عیش مین لطف اور زندہ دلی پیدا کرے۔"

بابک خرمی کی شہوت پرستی نے اس فحش مذاق کو ان سب لوگون مین خوب رواج دے ہی دیا تھا۔ سب نے بڑی خوشی اور شکر گزاری کے ساتھ اس رندانہ ہدیے کو قبول کیا۔ سب نے ایک ایک نازنین کو پسند کر کے اپنے برابر بٹھا لیا۔ اور عصمت نے شکر گزاری کے لہجے مین معزز مہمان نواز سے کہا "آج آپ کی عنایت سے ہمین قدیم ساسانی جشن یاد آگئے۔ آپ نے یہ دعوت نہین کی بلکہ پُر شوکت تاریخ عجم کو زندہ کر دیا۔ ہماری یہ محفل طرب جشن جمشید اور عیش پرویز کی زندہ یادگار ہے۔"

ابن مغیث "آپ کے رفیق خورزاد کے ساتھ مین نے کسی قدر گستاخی کی تھی جس کی ندامت کا اثر کسی طرح میرے دل سے نہین مٹتا۔ اب اس دستانہ خدمت گذاری کے صلے مین امید ہے کہ میرے اس اخلاقی جرم کو وہ معاف کر دین گے۔ اور اب بھی نہ معاف کرین تو مجھے امید ہے کہ سب صاحب سفارش کر کے اُن سے میرا قصور معاف کرا دین گے۔"

خورزاد "وہ خیال آپ کی اُسی مہربانی و شفقت سے مٹ گیا جو قلعے کے باہر آپ نے ہم خادمون کے حال پر فرمائی۔ اور آپ کی یہ نوازش تو ایسی ہے کہ اس کا شکریہ ہم مین سے کوئی بھی زندگی بھر نہ ادا کر سکے گا۔"

ابن مغیث "مگر اس صحبت کا لطف یہ ہے کہ آپ سب صاحب اپنی اپنی

مہ جبینوں سے اور ایک دوسرے کے سامنے بے تکلف ہو جائیں۔ اس کے لیے اول تو رقص و سرود شروع ہوتا ہے دوسرے ارغوانی کا دور بھی میں شروع کیے دیتا ہوں دو ایک دور ہو جانے کے بعد کھانا تناول فرمائیں تو مناسب ہے۔"

عصمت "بے شک۔ بے شک۔ بغیر اس کے نہ کھانے میں لطف آسکتا ہے اور نہ ان پری جمالوں کی ہمکناری ہیں۔"

اپنی خوشی کے موافق جواب پا کے ابن مغیث نے ایک خادمہ کو جو دست بستہ سامنے کھڑی تھی اشارہ کیا۔ اور ساتھ ہی بیس ماہ سیما کافر اجرا لونڈیاں محفل میں صف باندھ کے کھڑی ہو گئیں ان کے پیچھے سازندوں نے چنگ و سرود بجانا شروع کیا۔ اور وہ اپنے نور کے گلوں سے گانے اپنی قیامت خرامی سے ناچنے اور اپنے نازک ہاتھوں سے بتانے لگیں۔ اسی رقص و سرود کے دوران میں بہت سی حسین و گلفام حور وشین جام و صراحی لے کے آئیں۔ اور دوڑ دوڑ کے سب کو شراب ارغوانی کے جام پلانے لگیں۔

رقص و سرود اور مے گلفام کے سرور نے تھوڑی ہی دیر میں محفل کا عجیب رنگ کر دیا۔ ہر شخص نشہ میں چور اور متانت و خودداری کے جذبات سے دور تھا۔ شرم و لحاظ کا پردہ بے اختیاری کے جوش نے چاک کر ڈالا۔ اور جو تھا ذوق و شوق اور جوش و خروش کے ساتھ اپنی ہم پہلو نازنین سے ہم کنار و ہم آغوش تھا۔ بیتابیاں بڑھتی جاتی تھیں۔ بیقراری و بے حجابی زور باندھ رہی تھی۔ اور کسی کو سوا اپنی ہم نشین محبوبہ کے دوسرے کی خبر نہ تھی رقص و سرود اور زیادہ جوش پیدا کر رہا تھا۔ اور ہر طرف سے شوق کی پیاس بڑھانے والے آب آتش لباس کے شوق میں یہ صدا بلند تھی کہ۔

دور چلے دور چلے ساقیا — اور چلے اور چلے ساقیا

ابن مغیث نے اپنے دوست عصمت کو سب سے زیادہ مست بادۂ ناب دیکھ کے کہا "اب اجازت ہو تو دستر خوان چنے۔"

عصمت۔ (خوشی سے) "فوراً چنیے۔ اور دیکھیے یہ کافر اجرا جادو نگاہیں

جو کھڑی ناچ رہی ہین اُن سب سے بھی کہیے کہ میرے پہلو مین آکے بیٹھین اور میرے ساتھ کھانا کھائین۔ آپ کی محبت کے نشے نے اس بیقرار دل مین اتنا جوش نہین پیدا کیا ہے کہ فقط ایک محبوبہ کی دلداری سے کم ہوسکے۔"

ابن مغیث:"یہ سب بھی آپ کی نذر ہین۔ آج آپ جو چیز مانگین اُسکے دینے کو تیار ہون۔ یہ صاحب جمال کنیزین کیا چیز ہین! میرا سارا خزانہ۔ میری ساری سلطنت و حکومت جس چیز کو آپ پسند فرمائین آپ کی ہے۔" اس جواب پر عصمت ایک بے اختیاری کے ساتھ اُٹھا۔ کمال شکرگزاری کی وضع سے ابن مغیث کے سینے سے لپٹ گیا۔ جوش سیہ مستی مین اُس کی پیشانی اور رخسارون کے سیکڑون بوسے لے ڈالے۔ اور کہا "مین خود آپ کا غلام ہون۔ اور جو کچھ میرے قبضے اور اختیار مین ہے سب آپ کا۔" یہ کہتے ہی وہ لڑکھڑاتا ہوا اُن بیسون ناچنے والی کنیزون کے پاس گیا۔ ایک ایک کو گلے سے لگا کے پیار کیا۔ اور سب کو لا کے اپنے گرد بٹھا لیا۔

ابن مغیث نے اُن سب عورتون کو ایک صف مین بٹھا کے دسترخوان بچھوایا۔ جس پر بطون کے کباب۔ ہرن کے گوشت کے پرسندے۔ بکری کا قورمہ مچھلی کے تلے ہوے کھنڈے تنور کی گرم گرم خمیری روٹیان نفیس پُلاؤ اور اسی طرح کے اور بہت سے الوان نعمت چن دیے گئے۔ اور سب نے بے تکلف ہو کے کھانا شروع کیا۔ یون تو سب حریفان صحبت کا یہ عالم تھا کہ کبھی ہم نشین نازنین کے سینے سے لپٹ کے بوس و کنار کے ساتھ اُس کے ہاتھ سے نوالے کھاتا اور کبھی اُس پری پیکر کو اپنے آغوش شوق مین کھینچ کے کھلانے لگتا۔ کھانے کے ساتھ دور شراب بھی چلتا جاتا تھا۔ عصمت جام لے کے سب کو اپنے ہاتھ سے پلاتا۔ اور پھر سب کے ہاتھ سے خود پیتا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سب سے زیادہ پی گیا۔ اور چونکہ کہنہ مشق مے کش تھا۔ اس لیے طبیعت بدمزہ تو نہین ہوئی مگر کیفیت شراب نے اُسے اُسی عالم مین پہونچا دیا جہان انسان بالکل آزاد اور کسی تہذیب و شائستگی کے قانون کا مکلف نہین ہوتا۔

اب قلعۂ شاہی کا قصر حکومت رندون کا خرابات تھا جس مین جتنے

تھے اپنی ہی حالت مین محو تھے۔ کسی کو دوسرے کی فکر نہ تھی۔ اس بہار بدمستی کی سیر دیکھنے والا اکیلا ایک محمد بن مغیث تھا جس نے عصمت کو توبا در کرادیا کہ وہ بھی سب کے ساتھ جام صہبا کے مزے لے رہا ہے۔ مگر حقیقت مین شراب کا ایک قطرہ بھی اُس کے حلق سے نہین اترا تھا سب کو اس سیہ مستی کے عالم مین پا کے اُس نے ایک ایک کی حالت پر غور کرنا شروع کیا کہ دیکھون کس کا نشہ کس درجے پر ہے۔ اس جستجو مین اُس کی نظر فرخ چہر پر پڑی تو کیا دیکھتا ہے کہ تمام حریفان صحبت کے خلاف اُس پر نشۂ صہبا کا بالکل اثر نہین اور نہایت شائستگی و سنجیدگی کے ساتھ اپنی ہمنشین محبوبہ کے برابر خاموش بیٹھا ہے۔ اس بات پر وہ متحیر ہوا۔ اپنی جگہ پر کھڑے کھڑے دیر تک اُس کی حالت کا اندازہ کرتا رہا۔ اور نظر آیا کہ وہ ہر بار جام شراب لے تو لیتا ہے مگر ہمنشین پری پیکر کو پلا دینے کے سوا اپنے منہ سے نہین لگاتا۔ اس پر اور زیادہ متحیر ہو کے اُس کے قریب گیا اور پوچھا "آپ بادۂ احمر کا لطف نہین اُٹھاتے؟"

فرخ چہر: "جی نہین" پوچھا "کیون؟" جواب ملا "اس لیے کہ میرا فیاض مہمان نواز شریک عیش نہین"۔ اِس جواب پر ابن مغیث دیر تک سوچتا رہا۔ پھر بولا۔ "فرخ چہر! کیا بات ہے کہ میرا دل آپ کی طرف کھنچتا ہے؟ کیا یہ آپ کے اُن چند مہذب و شائستہ کلمات کا اثر ہے جو آپ نے خونزاد کے زہریلے الفاظ کے بعد میرے جوش غضب پر پانی ڈالنے کے لیے زبان سے نکالے تھے؟ مگر نہین۔ اس سے پہلے ہی مجھے آپ کی صورت اچھی معلوم ہوئی تھی"

فرخ چہر: "آپ کی ذاتی نیک نفسی کے سوا اس کا کیا سبب ہو سکتا ہے؟"

ابن مغیث: "یہ نہین کوئی اور بات ہے۔ خیر ہوگا۔ مگر کیا میری خواہش کے مطابق آپ میرے دوست ہو سکتے ہین؟"

فرخ چہر: "مجھے آپ اپنا سچا دوست خیال کرین"

ابن مغیث: "ہرامر مین؟ یعنی مین آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بھی بنا سکتا ہون؟"

فرخ چہر:- "جس راز کو آپ میرے اس سینے کے صندوق مین بند کر دین گے وہ جب تک خود آپ آ کے نہ کھولین۔ انشاء اللہ ہمیشہ مقفل رہے گا!"

ابن مغیث:- "انشاء اللہ کا کلمہ اور ایک بابکی کی زبان سے!"

فرخ چہر:- "مین بابکی نہین۔ بابکیون کا ایک مسلمان غلام ہون!"

ابن مغیث:- "بابکیون کا غلام اور مسلمان! خدا کی قسم میری حمیت اس کو گوارا نہین کر سکتی۔ تو اب یہ بتائیے کہ آیندہ بھی آپ بابکیون کے غلام رہنا چاہتے ہین۔ یا ایک مسلمان حکمران کے دوست؟"

فرخ چہر:- "مین تو قسمت کا فرمان بردار ہون۔ بابکیون کا غلام رکھے گی تو ان کا غلام رہون گا۔ اور کسی مسلمان آقا کو میرے حال پہ مہربان کر دے گی تو اُس کا بندۂ بے درم ہو جاؤن گا!"

ابن مغیث ان باتون سے فرخ چہر پہ نہایت مہربان ہو گیا۔ فوراً دیوان خانے سے اُٹھا کے اُسے ایک دوسرے کمرے مین لے گیا اور کہا "اگرچہ زمانہ اور تجربہ اجازت نہین دیتا کہ کسی اجنبی شخص پہ بھروسا کیا جائے۔ مگر مین اپنے دل کے رجحان و اصرار سے مجبور ہون کہ آپ پہ بھروسہ کرون اور آپ کو اپنا ہمدم و ہمراز بنا لون۔ مجھے یقین ہے کہ ظالم و بدکار خرمیون کی نسبت آپ ایک مسلمان شخص کے زیادہ خالص دوست ہو جائین گے؟"

فرخ چہر:- "اور خدا نے چاہا تو آپ کا دل آپ کو دھوکا نہ دے گا!"

ابن مغیث:- "یہ ہے تو بتائیے کہ مین بابک خرمی اور اُس کے پیرون سے دوستی رکھون یا دربار عباسی کی اطاعت کرون؟ ادھر یہ لوگ مجھے اپنی طرف کھینچ رہے ہین اُدھر خلافت اپنی طرف بلا رہی ہے۔ ان لوگون کا ساتھ دیتا ہون تو آذربائیجان کا مستقل فرمان روا رہتا ہون۔ اور خلافت کی طرف رخ کرتا ہون تو معتصم کے ایک ذلیل غلام سے زیادہ وقعت نہین باقی رہتی۔ لیکن کاش یہ معلوم ہو جاتا کہ بابک بھروسا کرنے کے قابل ہے۔ آپ ان لوگون کے ساتھ رہے ہین۔ ان کے خیالات اور ارادون سے واقف ہین۔ آپ ہی سے صحیح مشورہ مل سکتا ہے کہ اس معمے کو مین کیونکر حل کرون؟"

فرخ چہر: "پہلے آپ اپنے دل سے پوچھیں۔ وہ معتصم کی غلامی پسند کرتا ہے یا بابک کی دوستی؟"

ابن مغیث: "یہی فیصلہ تو نہیں ہو سکتا۔ قومیت اور مذہب کا میلان بغداد کی طرف ہے۔ اور بابک کے وعدے اپنی طرف بلاتے ہیں۔ غرض میرا دل ایسی کشمکش میں پڑا ہے کہ آپ ہی شاید اسے اس عذاب سے نجات دلا سکیں۔"

فرخ چہر: "اچھا آپ یہ بتائیں کہ بابک آپ سے کیوں دوستی پیدا کرنا چاہتا ہے؟ اور باوجود اس اقتدار و حکومت کے جو اس کوہستان میں اُسے حاصل ہے اور اس سطوت کے کہ گرد و نواح کا ہر شہر اور ہر شخص اس کے نام سے تھراتا ہے اُسے آپ کی دوستی کی کیا ضرورت ہے؟"

ابن مغیث: "اس لیے کہ وہ حکومت عرب کا دشمن ہے اور چاہتا ہے کہ اس سرزمین کے لوگوں پر عربوں کا جو اثر پڑا ہوا ہے اُسے میری مدد سے مٹائے۔"

فرخ چہر: "مختصر یہ کہ وہ عربوں کا دشمن ہے۔" ابن مغیث نے کہا "بے شک۔" اس پر مسکرا کے فرخ چہر بولا "آپ بھی تو عربی النسل اور عربی الملت ہیں؟"

اس پر بھی ابن مغیث نے یہی کہا کہ "بے شک۔"

فرخ چہر: "تو پھر آپ کو اس کا کیا اطمینان ہے کہ جب آپ کے ذریعے سے وہ عربوں اور مسلمانوں کا اثر مٹا چکے گا تب آپ کا دشمن ہو کے آپ کے استیصال کی فکر نہ کرے گا؟"

ابن مغیث: "اگر خلافت اور اسلامی قوت کا اندیشہ نہ رہا تو یقیناً وہ مجھ سے لڑنے کو تیار ہو جائے گا۔"

فرخ چہر: "اور اس وقت آپ میں اتنی قوت ہو گی کہ اُس کا مقابلہ کر سکیں؟"

ابن مغیث: "ہرگز نہیں۔ وہ ایک آن کے آن میں مجھے فنا کر دے گا۔"

فرخ چہر: "بس اس کے بعد مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ آپ خود ہی فیصلہ کر لیں۔"

ابن مغیث: "اس پہلو پر نظر ڈالنے کا تو یہی نتیجہ ہے کہ مجھے خلافت سے مل جانا چاہیے۔ اچھا میں یہی فیصلہ کیے لیتا ہوں۔ لیکن بغداد میں باغی مشہور ہو چکا

ہوں۔ اور ابن الرواد نے المعتصم باللہ کو میرے خون کا پیاسا بنا دیا ہے۔ اب اگر میں اُن کی طرف رُخ بھی کروں تو میرا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ اور بالفرض قصور معاف بھی کر دیا جائے تو حکومت آذربائجان مجھ سے قطعاً چھین لی جائے گی۔ فوراً حکم ہو گا کہ یہ قلعہ اور اُس کے تمام نواح ابن الرواد کے حوالے کر دو۔ اور یہ مجھ سے نہیں گوارا ہو سکتا۔"

فرخ چہر: "تو امیر المومنین پر ثابت کیجیے کہ اس ملک میں آپ کا حاکم رہنا ابن الرواد کے تقرر سے زیادہ مناسب اور خلافت کے لیے مفید ہے۔"

ابن مغیث: "یہی بن پڑتا تو پھر اس سے بہتر کیا تھا۔ مگر مجھ سے ایسی کوئی تدبیر نہیں بن پڑتی۔"

فرخ چہر: "یہ تو بہت ہی آسان اور اس وقت بالکل آپ کے ہاتھ میں ہے۔"

ابن مغیث: "کیونکر؟"

فرخ چہر: "عصمت اور اُس کے تمام سرداروں کو جو مخمور و مدہوش پڑے ہیں۔ اسی وقت گرفتار کر کے پابزنجیر کر لیجیے۔ پھر اس کے بعد باہر والوں کو بھی اندر بلوا کے اسیر کیجیے۔ اور اِن سب کو اظہار اطاعت کی عرضداشت کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بھیج دیجیے۔ اس کارگزاری پر وہ آپ کے ایسے گرویدہ ہو جائیں گے کہ آپ کے سامنے کسی سردار کی وقعت نہ رہے گی۔"

ابن مغیث: "بڑی ہی عمدہ تدبیر بتائی۔ خدا آپ کو جزائے خیر دے میرے دل پر سے بڑا بار ہٹ گیا۔ اب میں کبھی احکام خلافت سے منحرف نہ ہوں گا۔ اور کافر بابکیوں کو جہاں تک بنے گا سخت سے سخت سزائیں دوں گا۔ اُنھوں نے مسلمانوں اور عالی خاندان شرفائے عرب پر بڑے بڑے ظلم کیے ہیں۔ جن کا انتقام اب میری خون آشام تلوار لے گی۔ صرف اتنا اندیشہ ہے کہ عصمت کی اسیری کا حال سنتے ہی بابک خرمی حملہ کرے گا۔ مگر میں قلعے میں محصور ہو کے بیٹھ رہوں گا۔ اور چند روز میں امید ہے کہ بغداد سے کمک آ جائے گی۔"

فرخ چہر "اس کا مین ذمہ دار ہوں مین خود وہان سے جا کے مگک لے آؤن گا"

ابن مغیث "بس اب یہی راے قرار پا گئی"

فرخ چہر "تو پھر اب اُنھیں لوگوں کے پاس چل کے بیٹھے عصمت نہایت ہی ہوشیار شخص ہے اور انسان نہیں پہاڑ کی ریچھ ہے۔ ایسا نہ ہو بدظن ہو جائے"

ابن مغیث "چلیے اُن کی حالت دیکھیں کہ کس قدر مدہوش و از خود رفتہ ہو رہے ہیں۔ اگر اُن کے ہوشیار ہو جانے کا ذرا بھی اندیشہ نظر آیا تو وہ ساقیہ جو شراب بھیج رہی ہے ایسی اجزا سے کام لے گی کہ ان سب کی اُسی وقت آنکھ کھلے گی جب زنجیروں مین جکڑے جا چکے ہوں گے"

اب ابن مغیث اور فرخ چہر عصمت جشن مین آئے۔ مگر وہان کی مخش بے اعتدالیان دیکھ کے الگ ہی ٹھٹھک کے کھڑے ہو گئے۔ اور ابن مغیث نے فرخ چہر کے کان مین کہا "اِن بے حیاؤن کی سزا اِن بدمعاشوں کو ابھی ملا ہی چاہتی ہے" یہ کہہ کے وہ اُس عورت کے پاس گیا۔ جو صراحیون مین بھر بھر کے شراب ساقیہ عورتون کو دے رہی تھی اور اُس کے کان مین کچھ کہا۔ جس کے ساتھ ہی اُس نے شراب بھیجنا موقوف کر دی اور کسی کام کی فکر مین اُٹھ کے چلی گئی جس سے تقریباً آدھ گھنٹے تک دور شراب موقوف رہا۔ بابکیون مین اس وقت بادہ ناب کی حرص اس قدر ہیجان مین تھی کہ دو گھڑی کے لیے بھی دور کا رُکنا قیامت ہو گیا۔ ہر طرف جام کے لیے ہاتھ پھیلے ہوئے تھے۔ اور لاؤ لاؤ کی پکار تھی جب شوق بادہ گلرنگ نے بیتابی و بیقراری کی شان پیدا کر لی تو اُس عورت نے واپس آ کے پھر دور شروع کیا۔ مگر اب کی اس نے ایسا بادہ تند دیا کہ جس نے پیا دس بارہ منٹ کے اندر ہی مست و بیخود ہو کے گر پڑا۔ اور دم بھر مین سارے تن و مرد پڑے خراٹے لے رہے تھے۔ اور کسی کو سر و پا کی خبر نہ تھی۔

اب ابن مغیث فرخ چہر کو ساتھ لے کے چلا گیا اور اپنے ایک معتبر اور ہوشیار سردار ابن حوقل کو بلا کے حکم دیا کہ "ایک ہزار سپاہیوں کے ساتھ جا کے ان سب بدمست خرمیوں اور اُن کے سردار عصمت کو جو مست و لایعقل پڑے ہیں زنجیروں اور رسیوں میں باندھ لو۔ ان کے پاس جو ہتھیار ہوں چھین لو۔ اور سب کو اُس تہ خانے کے محبس میں بند کر دو جو ہر طرف سے محفوظ اور آہنی سلاخوں سے مضبوط کر دیا گیا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ اگر ایک بھی بچ کے نکل گیا۔ یا تمھاری حراست میں سے گم ہو گیا تو اُس کا معاوضہ تمھاری جان کے سوا اور کوئی چیز نہ ہو گی"۔

ابن حوقل اِس حکم کی تعمیل کو جا چکا تو ابن المغیث نے شبل بن بہمنیا کو بلا کے حکم دیا "تم قلعے کے باہر جا کے باقی ماندہ بابکیوں سے کہو کہ تمھارے سردار عصمت نے بلایا ہے کہ اپنے جشن عیش میں تمھیں بھی شریک کریں۔ خبردار ایسی خوش اسلوبی سے اور دوستی و خلوص کے لہجے میں سمجھا۔ تاکہ سب چلے آئیں اور بہتر یہ ہو کہ اُن کے پچاس پچاس کے غول الگ الگ آئیں"۔

شبل:- "بہت خوب۔ جس طرح بنے گا میں یونہیں لاؤں گا"۔

ابن مغیث:- "بس قلعے کے اندر تک وہ چلے آیا چاہیں پھر ہم سمجھ لیں گے"۔

شبل:- "انشاء اللہ میں لے ہی کے آؤں گا۔ حضور مطمئن رہیں"۔ اُس کے جانے کے بعد ابن مغیث نے فرخ چہر سے کہا "اُن لوگوں کے لیے دعوت اور شراب کا انتظام وہیں باہر اُن کے پڑاؤ میں کر دیا گیا تھا۔ اب آدھی رات سے زیادہ آ چکی ہے امید ہے کہ وہ بھی سیہ مست اور نشے میں چور ہوں گے۔ اور یہاں آنے کے بعد ایک ہی جام انھیں اُن کے بیہوش سردار کے پاس پہونچا دے گا"۔

فرخ چہر:- "مگر میرا خیال ہے کہ بہت سے لوگ نہ آئیں گے"۔

ابن مغیث:- "اگر شبل کے ساتھ آپ بھی چلے جاتے تو اُن لوگوں کو اس میں ذرا بھی شبہ نہ رہتا کہ خود عصمت نے بلایا ہے اور سب کے سب بے عذر چلے آتے"۔

فرخ چہر:- "یہ بجا ہے۔ مگر میں ابھی اس بات کو ظاہر کرنا نہیں چاہتا کہ میں بھی

آپ کے مشورے مین شریک ہون۔ یا آپ کو مجھ پر کسی قسم کا بھروسا ہے"۔
ابن مغیث "جو آپ کی راے ہو مین اقرار کرون گا"۔
آتن خو قل نے جب عصمت اور اُس کے تمام رفقا کو طوق و سلاسل مین خوب جکڑ لیا۔ اور ہتھیار لے لیے تو اُنھین مار مار کے اُٹھایا۔ اور دھکے دے دے کے قید خانے مین پہونچا دیا۔ اُن لوگون کے جاتے ہی باہر والے خرمیون کے دو اور غول شبل کے ہمراہ قلعے مین آئے۔ جو اُسی ہال مین بٹھائے گئے۔ اور سحر آفرین پری پیکرون نے اُن کے ہاتھ مین لا لا کے جام شراب دیے تو وہ اُن کے حُسن و جمال اور لگاوٹ کے چشم و ابرو سے مغلوب ہو کے اپنے آقا اور رفیقون سے ملنے کا خیال ہی بھول گئے۔ اور بے تکلف جام شراب لے کے پینے لگے تھوڑی دیر مین وہ بھی غافل و مدہوش تھے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا۔ جو عصمت کے ساتھ ہو چکا تھا۔
لیکن باقی ماندہ بابکیون نے جن کی تعداد تین سو سے زیادہ تھی یک بیک آنے سے انکار کر دیا۔ اور وجہ یہ ہوئی کہ اُن مین سے ایک بوڑھے شخص نے غل مچایا کہ ہمارے ساتھیون مین سے ایک بھی اندر جا کے واپس نہین آیا۔ ایسا نہ ہو ہمارے ساتھ دغا کی جائے۔ ہمارے سردار ون مین سے کسی کو لاؤ تو ہم چلین"۔ نشۂ شراب مین یہ خیال تمام باقی ماندہ بابکیون مین پھیل گیا۔ اور اب اُنھون نے زور و شور سے غل مچانا شروع کیا کہ "ہمارے سردار عصمت کو قلعے کے باہر لا کے ہمین دکھاؤ"۔ اور جب اس مین تامل ہوا تو اُنھون نے تلوارین کھینچ لین۔ اور آمادہ ہوئے کہ قلعے مین گھس کے لڑائی شروع کر دین۔ اُن کی یہ حالت سُن کے ابن مغیث قلعے کے باہر نکل آیا۔ اور استمالت کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اُس کی صورت دیکھ کے سب نے اور ہیجان مچایا۔ اُسے گالیان دینے اور اُس پر حملے کرنے لگے۔ اور آخر اس جوش و خروش سے اس پر جھپٹے کہ وہ گھبرا کے قلعے کے اندر چلا آیا۔ اور پھاٹک بند کروا لیے۔

محمد بن المغیث بابکیون کے اِس سلوک سے اس قدر مشتعل ہو کر آیا تھا کہ سیدھا اپنے محل مین گیا اور فرخ چہر کو بلا کے کہا "اب جو لوگ باہر رہ گئے ہین اُنھین باہر ہی پڑا رہنے دیجیے۔ صبح کو مین اِن سب کو اِن کی برہمی و بدتہذیبی کا سبق دونگا۔ اب رات زیادہ آچکی ہے۔ مین بھی سوتا ہون اور آپ بھی سو رہیے۔" یہ کہہ کے اُس نے اپنے ایک غلام کو بُلا کے حکم دیا کہ قصر شاہی مین ہمارے معزز مہمانون کے لیے جو خوابگاہ کا کمرہ ہے اُسے فرخ چہر کے آرام کے لیے درست کر دو۔" یہ کہہ کے وہ محل مین گیا اور فرخ چہر غلام کے ساتھ اُسی خوابگاہ مین جا کے سو رہا۔

صبح تڑکے اُٹھ کے ابن المغیث نے نماز پڑھی۔ اور باہر آیا۔ پھر فرخ چہر کو بُلوا کے کہا "اب مین رات کے کافر اسیرون کو بلا کے اُن کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتا ہون۔ آپ دیکھتے رہین اور جس امر مین آپ کی راے خلاف ہو مجھے بتا دین۔"

فرخ چہر: "مین عصمت اور اُس کے ہمراہیون کے سامنے آپ کا شریک بننا نہین پسند کرتا۔"

ابن المغیث: "تو آپ میرے پیچھے اُس کوٹھے والے حجرے کے مین بیٹھ جائین۔ اور دیکھتے رہین کہ مین کوئی خلاف کاروائی تو نہین کرتا۔ دو ایک غلامون کو مین آپ کے پاس ٹھہراے دیتا ہون۔ جس بات کو آپ خلاف مصلحت پائین فوراً اُنھین بھیج کے اُس سے روک دین۔"

فرخ چہر: "مین اس قدر افزائی و نوازش کا شکرگزار ہون۔ جو کچھ عرض کرنا تھا مین نے شب ہی کو عرض کر دیا اب آپ مختار ہین۔ جو چاہین کرین۔ مجھے حاکمون اور فرمان رواؤن کی مرضی مین کیا دخل ہو سکتا ہے۔"

ابن المغیث: "آپ کو پورا دخل ہے۔ مین احسان مند ہون کہ آپ کے مشورے سے مین ایک بڑی بھاری غلطی سے بچ گیا۔"

فرخ چہر: "اور مین اب عرض کرتا ہون کہ بابک اور عصمت دونون آپ کے دوست نہین ہین عصمت نے دل مین ارادہ کر لیا تھا کہ یہان

سے واپس جاتے ہی بابک کو آپ کا دشمن بنا دے گا اور اُس سے اجازت لے کے مسلمانوں پر حملہ کر دے گا۔ مگر یہ چونکہ اُن کا راز تھا۔ اس لیے میں نے اس بات کو نہیں عرض کیا۔"

ابن المغیث: "نہیں کہا تو کیا ہوا؟ آپ نے اس کے ضرر سے تو مجھے بچا دیا۔"

اب فرخ چہر جا کے اُس بالاخانے میں جھروکے کے پاس بیٹھا اور ابن المغیث نے سپہ سالار ابن حوقل کو جو سامنے ہاتھ باندھے کھڑا تھا حکم دیا کہ رات کے تمام اسیروں کو اسی طرح پابہ سلاسل لا کے قصر عدالت کے قریب ٹھہراؤ۔ اور عصمت کو میرے سامنے حاضر کرو۔" ابن حوقل "جو حکم" کہہ کے گیا۔ اور کوئی آدھ گھنٹے میں عصمت کو اُس کے سامنے لا کے کھڑا کر دیا جو سر سے پاؤں تک زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ اُس نے ابن المغیث کا سامنا ہوتے ہی اُن آنکھوں کو جو مے دوشین کے اثر سے مخمور تھیں نیم باز کیا۔ اور طیش کھا کے کچھ کہنے کو تھا مگر خود ہی خلاف مصلحت سمجھ کے رُک گیا۔

ابن المغیث: "عصمت! رات کی مئے تند کا خمار دیکھا؟"

عصمت: "ہاں دیکھا۔ اور یہ بھی دیکھا کہ مسلمانوں سے دوستی اور احسان کا کیا معاوضہ ملتا ہے؟"

ابن المغیث: "ابھی ابھی تم نے نہیں دیکھا ہے۔ اب تھوڑی دیر میں دیکھو گے۔ مگر خیر یہ تو بتاؤ، تمھارے ہادی و پیشوا بابک کا الہام سچا ہے یا میرا؟ اُس کو الہام ہوا تھا کہ ابن الرواد مجھ پر حملہ کرنے کو آتا ہے اور مجھ کو یہ الہام ہوا تھا کہ تم میرے دشمن ہو اور یہاں سے جا کے بابک کو میرا دشمن بنا دو گے۔ کیوں۔ یہ کتنا سچا الہام تھا؟"

عصمت۔ (غصے کے لہجے میں) "بدعہد اور دغاباز لوگ ہمیشہ کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔"

ابن المغیث: "خیر اب بتاؤ کہ تمھارے کون کون سردار تمھارے ہمراہ ہیں؟"

عصمت: "میرا ہر سپاہی شجاعت و جوانمردی میں بے مثال ہے۔ اور اُن کے افسر تو ایسے ہیں کہ اپنے سامنے دنیا میں کسی کی ہستی نہیں سمجھتے۔"

ابن المغیث: "انھیں کو پوچھتا ہوں۔ نام بتاؤ۔"

عصمت "میراسب سے زیادہ جوانمرد و شجاع افسر خورزاد ہے جو تمھارے قلعے مین رہ چکا ہے۔ اور تم اُس کی بہادری سے خوب واقف ہو۔"
ابن المغیث کا اشارہ ہوتے ہی خورزاد پابزنجیر لاکے کھڑا کر دیا گیا جسے دیکھ کے حاکم قلعۂ شاہی نے کہا "یہی ہے؟ اب دوسرے سردار کا نام لو" اُس نے کہا "آ ہیار" ساتھ ہی وہ بھی سامنے کھڑا تھا پھر سوال ہوا کہ "اور بتاؤ" عصمت نے کہا "فرخ جہر" اس کا نام سُن کے ابن المغیث نے کہا "افسوس وہ رات کو موقع پاکے نکل گیا۔ اُس نے شراب کم پی۔ اور قبل اس کے کہ گرفتاری کا حکم ہو وہ محل سے نکل گیا۔"
عصمت "خیر تو یہ مسرت ہمارے لیے کافی ہے کہ وہ جاکے حضرت بابک یزدان مظہر سے بیان کردے گا کہ ہمارے ساتھ کس طرح اور کیسی دغابازی کی گئی۔"
ابن المغیث "خیر تو اُسے جانے دو۔ دوسرے سرداروں کا نام لو" اب عصمت اپنے ہمراہیون مین سے معزز و منتخب لوگون کے نام ایک ایک کرکے لیتا تھا اور جس کا نام لیتا وہ فوراً حاضر کر دیا جاتا۔ اس طرح اُس نے تقریباً ساٹھ ستر آدمیون کے نام لیے۔ اور سب حاضر ہو گئے۔ تب ابن المغیث نے کہا "اب تم اپنے اور ان لوگون کے ساتھ کیا سلوک چاہتے ہو؟"
عصمت "وہی سلوک جس کی ایسی ہی حالت مین تم کو مجھ سے توقع ہوتی۔"
ابن المغیث "بہت ٹھیک اور میری مرضی کے موافق یہی جواب ہے۔ ہان ان مین وہی سلوک کرون گا" یہ کہہ کے اُس نے ابن حوقل کو حکم دیا کہ یہ جتنے باغی افسر کھڑے ہین سب کے سر کاٹ کے میرے سامنے رکھ دو۔ دھڑ فصیل قلعہ پر سے لے جاکے باہر پھینک دو۔ اور باہر والے سرکش بابکیون سے پکار کے کہہ دو کہ "اپنے نامور سردارون کو پہچان لین" اُنھین یہ بھی بتا دینا کہ "ان لوگون کے ساتھ یہ سلوک خود تمھارے سردار عصمت کے ایما سے اور اُن کی مرضی کے مطابق کیا گیا ہے۔"
عصمت "آہ۔ اِس ظلم کا انتقام بہت جلد لے لیا جائے گا۔"

ابن المغیث:- "یہ انتقام ہی ہے اُن عرب شرفا اور اُن عصمت مآب عربیہ خاتونوں کا جو بدقسمتی سے تمھارے ہاتھوں میں اسیر ہوئیں۔"

اب ابن حوقل نے اُس حکم کی تعمیل شروع کر دی۔ مقتول بابکیوں کے سر کاٹ کاٹ کے ابن المغیث کے سامنے ایک قطار میں رکھے جاتے اور دھڑ قلعے کے باہر دھڑا دھڑ گر رہے تھے۔ جب عصمت کے منتخب کیے ہوئے سرداروں کی تعداد ختم ہو گئی تو باقی ماندہ بابکی اسیر لائے گئے۔ اور اُن کے ساتھ بھی وہی کارروائی ہوئی۔ یہاں تک کہ اکیلا سپہ سالار بابک عصمت رہ گیا۔ اُس وقت اُس نے زندگی سے مایوس ہو کے نہایت ہی حسرت دیاس کے لہجے میں کہا۔ "او ظالم و دغاباز ابن المغیث۔ آخر میرے قتل میں کیا تاخیر ہے؟ حکم دے کہ میرا سر بھی کاٹا جائے۔ آہ! قتل سے بڑا ظلم یہ خونین تماشا ہے جو تو مجھے دکھا رہا ہے۔"

ابن المغیث:- "یہ خونین تماشا اب ختم ہو چکا۔ مگر تم سے میں ایک دوستانہ کام لینا چاہتا ہوں جس کے لیے تمھاری جان مجھے عزیز ہے۔"

عصمت:- (حیرت سے) "ظالم وہ دوستانہ کام بھی بتا دے۔"

ابن المغیث:- "ان سب سروں کو تدہین کر کے مجھے ہشتم آل عباس امیر المومنین المعتصم باللہ کے ملاحظے میں بھیجنا ہے۔ اور تم سے بہتر سے جاننے والا کون ہو سکتا ہے؟ مگر چند روز انتظار کرنا پڑے گا۔ اس لیے کہ تدہین و اصلاح میں ذرا دیر لگے گی۔ یہ جیسے ہی تیار ہو گئے اُن کو تمھارے حوالے کر کے بڑے کر و فر سے تمھیں بغداد بھیجوں گا۔" یہ کہہ کے اُس نے حکم دیا کہ سب سر تیل میں ڈال دیے جائیں۔ اور جس قدر جلد ممکن ہو صاف کر کے اُس قابل کر دیے جائیں کہ بے سڑے قرباں پہونچ جائیں۔ اور جب تک یہ مدبر ہوں ہمارے دوست عصمت کو اسی قید خانے میں لے جا کے رکھو جس میں انھوں نے اپنے رفیقوں کے ساتھ آج کی رات کا آخری وقت بسر کیا ہے۔"

ادھر تو لوگ عصمت کو تہ خانے کے محبس میں لے گئے ادھر مقتول بابکیوں کی لاشیں باہر پھینکی گئیں۔ تو بابکیوں میں ٹپس پڑ گئی بعض رو نے اور

سر پیٹتے تھے اور بعض چلا چلا کے ابن المغیث کو گالیاں دیتے تھے یہاں تک کہ اُنھیں یقین ہوگیا کہ ہمارے سردار اور رفقا جو قلعے کے اندر تھے سب مار ڈالے گئے۔ کوئی تدبیر بنائے نہ بنتی تھی اور حد سے زیادہ مضطر و پریشان تھے کہ یکایک فصیل پر سے تیر برسنے لگے۔ اور اُنھیں نظر آیا کہ اس کھلے میدان میں ہم محفوظ بھی نہیں رہ سکتے یہ دیکھ کے اُن کے ایک سردار بوذر خشان نے جو باہر رہ گیا تھا سب سے کہا، "چلو ہم سب اپنے مقتدا و سرتاج حضرت بابک پاک نہاد کے پاس چلیں اُن کو اس مصیبت کی خبر دیں۔ پھر وہاں سے زبردست لشکر لے کے یہاں واپس آئیں اور اپنے مظلوم ساتھیوں کے خون کا بدلہ لیں۔" سب نے یہ رائے پسند کی اور اُسی وقت سارا مال و اسباب چھوڑ کے پہاڑوں کی طرف بھاگے اُنھیں بھاگتے دیکھ کے ابن المغیث کے پانچ ہزار سواروں نے قلعے سے نکل کے تعاقب کیا جتنے باکی زندہ بچ کے بھاگے تھے اُن میں سے بھی آدھے کے قریب رگید رگید کے مار ڈالے گئے بقیۃ السیف لوگ جابجا گھاٹیوں اور جنگلوں میں گھس کے غائب ہو گئے۔ اور قلعۂ شاہی کے سوار بغیر اس کے کہ کسی کو بھی کوئی چپیٹ آئی ہو مغرب کے قریب واپس آکے قلعے میں داخل ہونے لگے۔

اب یہ لوگ قلعہ میں داخل ہوئے اور ابن المغیث فرخ چہر کے ساتھ آکے اپنے سواروں سے تعاقب کے حالات اور مفروروں کی سرگذشت پوچھنے لگا۔ ناگہاں ایک شخص سامنے آکے کھڑا ہوگیا۔ اور چار آنکھیں ہوتے ہی ادب سے جھک کے سلام کیا۔ اُس کی صورت دیکھتے ہی ابن المغیث کی زبان سے بے اختیار نکلا، "اخاہ! تم ہو طیار؟ کب آئے؟"

طیار: "اسی وقت آرہا ہوں۔ ان سواروں میں مل کے میں بھی اندر چلا آیا۔"

ابن المغیث: "کوئی اچھی خبر بھی لائے؟"

طیار: "اچھی ہو یا نہ ہو مگر اہم اور ضروری خبر البتہ لایا ہوں۔ بھلا میں خالی آسکتا تھا؟"

ابن المغیث: "تو جلدی بتاؤ۔ کیا خبر لائے ہو؟"

طیار: "حضور سردار افشین بغداد سے بہت بڑا زبردست لشکر لے کے اور

بڑی شان و شکوہ سے آئے ہین کہ بابک خرمی کی حکومت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینک دین اور چونکہ آپ بابکیون کے دوست ہین اس لیے اُن کا قصد ہے کہ پہلے آپ ہی پر حملہ کرین۔ مین اُنھین یہان سے چار منزل پر چھوڑ آیا ہون۔ اور ابھی کافی موقع ہے کہ حضور بابک کو اطلاع دے کے کمک منگوا لین افشین کے ساتھ حملہ آوری کا ایسا اعلیٰ درجے کا سامان زبردست اسلحہ اور اتنا بڑا لشکر ہے کہ اُن کے ہاتھ سے قلعے کو بچانا آسان نہین ہے۔"

فرخ چہر: "بابکیون کو جو خبر پہونچی تھی کہ ابن الرواد آرہا ہے۔ اُسکی اصلیت یہ نکلی"

یہ خبر سُن کے ابن المغیث نے اپنے جاسوس طیار کو دوسرے دن خلوت مین ملنے کا وعدہ کر کے رخصت کر دیا۔ اُن سوارون کو بھی جو بابکیون کو پہاڑیون مین بھگا کے آئے تھے انعام و عزت افزائی کا وعدہ کر کے واپس جانے کی اجازت دی۔ اور خود فرخ چہر کو ساتھ لے کے اپنے قصر مین آیا۔ اور کہا "اب بتائیے مین اس آفت کو کیونکر رد کرون؟ افشین کا یہان آنا کسی طرح مصلحت نہین ہے۔ اول تو جب تک امیر المومنین سے سند معافی نہ ملے وہ کسی بات کی سماعت نہ کرے گا۔ اور سماعت بھی کرے تو اُس کے لشکر کی رسد رسانی ہی اتنا دشوار کام ہے کہ میری ساری رعایا تباہ ہو جائے گی۔"

فرخ چہر: "یہ کام مین خود جا کے انجام دون گا۔ مین وعدہ کرتا ہون کہ افشین کو آپ کا دوست بنا کے اُسے بابک کی طرف روانہ کر دون گا۔ مجھے اندیشہ تھا کہ یہ مفرور بابکی پرسون ہی ترسون آپ کے قلعے مین آ کے یورش کر دین گے۔ لیکن اب اطمینان ہو گیا کہ افشین کے خوف سے بابکیون کو ادھر کا رُخ کرنے کی جرأت نہ ہو گی۔"

ابن المغیث: "اگر آپ کل صبح ہی کو روانہ ہو جائین تو مطلب نکلے گا!"

فرخ چہر: "کل علی الصباح نماز سے فارغ ہوتے ہی مین چلا جاؤن گا!" اور اسی وقت رخصت ہوے لیتا ہون۔ لیکن میری واپسی سے پہلے ہی آپ خرمیون کے سرون اور عصمت کو کسی ہوشیار افسر کے ساتھ امیر المومنین کے پاس بھیج دیجیے۔"

ابن المغیث نے وعدہ کیا۔ اور اُسے رخصت کر کے حکم دیا کہ اسی وقت اُس کے لیے سواری اور سامان سفر تیار ہو جائے۔ اور خود اپنے محل کی راہ لی۔ فرخ چہر نے اُس کے جانے کے بعد سب سامان درست کر لیا تو وہ بھی ذرا قبل از وقت سو رہا۔ اس لیے کہ تہڑکے اُٹھ کے سفر کرنا تھا۔

پانچواں باب

انتظامات جنگ

افشین دولت عباسیہ کی سیاہ بیرقین اُڑاتا ہوا آذربائجان مین پہونچا تو فرخ چہر کے پہونچنے سے پہلے ہی اُسے کوہبانون سے اطلاع ملی کہ ابن المغیث نے بابکیون کے ایک نامور سردار اور اُس کے تمام رفقا کو قتل کر ڈالا۔ اور جو باقی تھے اُنھین مار کے نکال دیا۔ یہ سُن کے وہ خوش ہوا اور ارادہ کیا کہ اُسے بھی اپنے ساتھ شریک کر لے اور بابک کی سرکوبی مین اُس سے مدد لے۔ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ فرخ چہر ایک عربی ایلچی کی وضع مین آ کے ملا۔ اور اُسے یقین دلایا کہ ابن المغیث امیرالمومنین کا خیرخواہ و تابع فرمان اور آپ کا دوست ہے۔ وہ آپ کو اس مہم مین مدد دے گا۔ اور اپنی طرف سے اُسے مدد کے رہے گا۔ چنانچہ اظہار عقیدت و اطاعت کی غرض سے وہ مقتول بابکیون کے سیکڑون سردارون کے سر اور اُن کے سب سے بڑے سردار عصمت کو زندہ گرفتار کر کے عنقریب امیرالمومنین کی خدمت مین بھیجنے والا ہے۔"

افشین: "کل مجھے ان واقعات کی اطلاع مل چکی ہے۔ تاہم احتیاط کے لیے مین ابن المغیث کے قریب ہی عساکر خلافت کا ایک مورچہ قائم کروا دون گا۔ اور اندازہ کرتا رہون گا کہ اس مشتبہ حاکم قلعہ شاہی سے ہمین کیا مدد ملتی ہے۔"

یہ کہہ کے اُس نے فرخ چہر کو ساتھ لیا۔ قلعہ شاہی کو چھوڑ کے شہر برزند مین پڑاؤ ڈال دیا۔ یہان ٹھہر کے اُس نے فرخ چہر سے پوچھا "تمھین اس سرزمین کے حالات اور راستے معلوم ہین؟"

فرخ چہر: "جی ہان خوب واقف ہون۔" یہ سُن کے اُس نے یہان کے کئی

کو ہیانون اور اپنے ساتھ کے واقف کار رہبرون کی ایک مجلس منعقد کی قرخ چہر کو
بھی اُس مین شریک کیا اور سب سے پوچھ پوچھ کے اس سرزمین کا ایک مکمل نقشہ بنایا
جس مین اطراف و جوانب کے تمام پہاڑ۔ گھاٹیان۔ ندیان۔ مرغزار۔ جنگل اور
چھوٹے بڑے تمام گاؤن درج تھے۔ اس نقشے کے مرتب کرنے کے بعد تمام
ہمراہی واقف کارون سے جُدا جُدا اس کی تصدیق کرائی۔ اور جب اُس کی صحت
کا یقین ہوگیا تو کوشش شروع کی کہ ہر چہار طرف سے بابک خرمی کی ناکہ
بندی کردے۔ اس کے ساتھ یہ بھی انتظام کیا کہ جو سڑک اردبیل تک مختلف
شہرون اور گھاٹیون مین ہوتی ہوئی گزاری ہے۔ اور جو شمالی ایران و
عراق عرب کے درمیان قافلون کی گزرگاہ ہے جہان بابک خرمی مسلمان تاجرون
اور سیاحون کو علانیہ لوٹا کرتا تھا۔ اُس کو خطرون سے پاک کردے۔ چنانچہ اپنے
بھروسے کے نامور سردارون کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ اس ساری
سڑک پر جا بجا متعین کردیا۔ محمد بن یوسف شہر خش مین جا کے ٹھہرا اور اُسے حکم
ہوا کہ وہین پڑاؤ ڈال کے اپنے گرد خندقین کھود دے ہیثم غنوی کو مقام
رستاق ارشق مین بھیجا۔ اور حکم دیا کہ وہان کے قلعے مین قیام
کرکے اُسے لڑائی کے لیے خوب مضبوط اور تیار کرلے۔ اور علویہ
اعور کو حصن النہر مین ٹھہرایا۔ یہ مقام آردبیل سے بہت قریب تھا۔ اور
اُن سب سردارون کو حکم دیا کہ جو قافلہ آردبیل سے چلے تو وہان کی متعینہ
فوج کے سپاہی اپنی حفاظت مین اُسے حصن النہر مین پہونچا دین۔ وہان
سے علویہ اعور اپنی ہمراہی فوج کی حفاظت مین اُسے ہیثم کے پڑاؤ یعنی
قلعہ رستاق ارشق تک پہونچا دے۔ ہیثم اس کو ابو العباس کے پڑاؤ تک
پہونچائے۔ اور وہ اپنی حفاظت مین اُسے خاص افشین کے مستقر یعنی
شہر برزند مین پہونچا دے۔ یہی انتظام اُن قافلون کے لیے بھی جاری
رہتا جو اُدھر سے اُدھر روانہ ہوا کرتے۔ اس طریقے سے ناکہ بندی کرکے
افشین نے اول تو بابک خرمی کے علاقے کو چارون طرف سے گھیر لیا۔
اور دوسرے قافلون کی آمد و رفت بھی جاری کردی جو

باکیون کی لوٹ مار سے رُک گئے تھے۔ اور نہ ملک کی تجارت اور حاجیون کی سیاحت بند ہو گئی تھی۔

یہ انتظام ایک مدت تک مستقل طور پر جاری رہا۔ اور سپہ سالار اعظم افشین خاموشی سے بیٹھ کے سوچ رہا تھا کہ بابک پر کیونکر اور کدھر سے حملہ شروع کرے۔ اس لیے کہ اس کوہستانی علاقے مین گھسنا خودکشی اور اپنے سارے لشکر کو فنا کر دینا تھا۔ خصوصاً بابک کے ایسے ہوشیار باغی کے سامنے جس نے اپنے پیروون کو مذہبی تعلیم کے علاوہ حمایت وطن کا بھی جوش دلا کے ہر قسم کی جانبازی پر آمادہ کر دیا تھا۔ لیکن باوجود اس سکون و سکوت کے افشین غافل نہ تھا۔ اُس نے اس سرزمین کے تمام جاسوسون کو گانٹھنا اور اپنا بنانا شروع کر دیا۔ عام جاسوسون کے علاوہ بابک کا جو جاسوس گرفتار ہوتا اُس سے افشین پوچھتا "بابک تمھین اس خدمت کا کیا معاوضہ دیتا ہے؟ وہ جو معاوضہ دیتا ہو اُس کا دونا مجھ سے لو۔ اور میرے دوست بن جاؤ" یہ وعدہ لے کے اور اپنا زیر بار احسان بنا کے وہ اُسے چھوڑ دیتا۔ اس کارروائی کا یہ نتیجہ ہوا کہ ہزارون نئے جاسوسون کے علاوہ جو اُس کی طرف سے حریف کی نقل و حرکت کا پتہ لگاتے بابک خرمی کے تمام جاسوس بھی دل مین اُس کے طرفدار ہو گئے بظاہر وہ بابک ہی کے ساتھ تھے مگر اصل مین افشین کا کام کرتے اور جو رقم انھین وہان سے انعام و اکرام مین ملتین اُن سے دونی رقم آ کے افشین سے لیتے۔ اور بابک کی گھڑی گھڑی کی خبرین پہونچاتے رہتے۔ اور اُس کی تمام تدبیرون سے ہوشیار سپہ سالار خلافت عباسی آگاہ ہو جاتا۔

اب اس مہم کی تقویت کے لیے معتصم نے اپنے ایک نامور ترکی سردار بغا کبیر کو بہت بڑا خزانہ دے کے روانہ کیا کہ افشین کے پاس پہونچا دے۔ اس لیے کہ سپاہیون کی تنخواہ اور انتظامات حملہ آوری کی ضرورت سے لشکرگاہ مین روپیے کی سخت ضرورت تھی۔ بغا کبیر یہ خزانہ لے کے

اردبیل مین پہونچ گیا۔ اور بابک کو اپنے جاسوسون سے اس کی خبر ہو گئی
کہ ایک بہت بڑا خزانہ بغداد سے آیا ہے۔ اور اردبیل سے برزند کو آنے والا
ہے۔ اس دولت کا حال سنتے ہی اُس کے مُنہ مین پانی بھر آیا۔ اور ارادہ
کیا کہ راستے مین اچانک جا پڑے۔ اور اُسے لوٹ کے اپنے قبضے مین
کرے۔ بغا کبیر خزانے کے اونٹون کے ساتھ کوچ کر کے وقت عصر کے
قریب مقام خش مین پہونچا۔ اور ابو سعید کی خندقون کے باہر ٹھہر گیا اس کی
خبر بھی بابک کو ہو گئی۔ اور وہ بغا کبیر کی نقل و حرکت دور پہاڑون کی آڑ مین
خوب غور سے دیکھنے لگا۔ بہرحال قافلہ حصن النہر تک پہونچا تھا کہ یکایک
بابک خرمی ایک زبردست لشکر کے ساتھ آ پڑا۔ اور قلعے کے مختصر لشکر نے
جو قافلے کی حراست پر مامور تھا لڑائی شروع ہو گئی۔ قلعے کے چند سپاہی ایسے
زبردست حریف کا بھلا کیا مقابلہ کر سکتے تھے؟ سب کے سب مارے گئے۔ اور
اُن کے ساتھ قافلہ سالار بھی لقمۂ شمشیر ہوا۔ آخر بابک خوشی خوشی قافلے کے
تمام لدے پھندے اونٹون پر قابض ہو کے اپنی گھاٹیون مین ہنکا لے
گیا۔ اور اپنے دار البغاوت شہر بذ مین لے جا کے دوسرے دن دربار کیا جس
مین تمام حاضرین نے خوب شرابین پین اور نشہ کی ترنگ مین بابک نے حاضرین
دربار سے کہا "مکار و بدعہد ابن المغیث کی دغابازی کے بعد آج ہم
نے خوشی کا جشن کیا ہے۔ اور شراب ارغوانی کے جام پیے ہین۔ اس لیے
کہ آج ہم نے مرحوم عصمت اور اُس کے ساتھ والے بہادر شہیدون
کا انتقام لیا ہے۔ یقین ہے کہ مدینۃ السلام بغداد کے عظیم الشان خزانے
کے ساتھ معمولی لوگ نہ ہون گے۔ خیر اب وقت آیا ہے کہ بغداد کی سربمہر
دولت ہمارے سامنے لا کے کھولی جائے۔ اور ہم اُسے اپنے حق پرست
مومنون اور جانباز سپاہیون مین تقسیم کرین"
قافلے کے اونٹ جو زبردست پہرے مین اُسی طرح رکھے گئے تھے
اور کسی نے اُنھین ہاتھ تک نہین لگایا تھا قصر بذ کے صحن مین لائے گئے
اور ایک اونٹ کا راحلہ اُتار کے کھولا گیا تو سب نے حیرت سے دیکھا کہ بڑے بڑے

سخت بورون مین ٹھیکرے بھرے ہوئے ہین۔ یہ دیکھتے ہی سب کی رنگت اڑ گئی اور بابک نے گھبرا کے حکم دیا کہ "دوسرا بورا اُتار دو"۔ اُس مین جو دیکھا گیا تو سنگریزے تھے اُس نے سب کو اور زیادہ بدحواس کر دیا۔ اب لوگون نے گھبرا گھبرا کے اونٹون کی پیٹھ سے جن کی تعداد دو سو کی تھی گٹھر اُتارے اور سب مین سوا بالو کنکر پتھر۔ اور ٹھیکرون یا سنگریزون کے کچھ نہ پایا۔

دیر تک خاموش و نادم رہنے کے بعد بابک نے سر اُٹھا کے کہا، "افسوس مجھے دھوکا دیا گیا۔ اور دھوکے مین میرا عہد ٹوٹ گیا۔ میرے ساتھ تم سب نے عہد کیا تھا کہ جب تک عصمت اور اُس مرحوم کے رفقا کے خون کا بدلہ نہ لے لوگے شراب نہ پیو گے۔ صد ہزار افسوس کہ ہمارا وہ عہد ٹوٹ گیا۔ مگر اس مین یزدان کی یہ مصلحت تھی کہ ہم میکشی کے ثواب سے محروم نہ رہین۔ خیر اب مین اس سے زیادہ سخت انتقام لون گا۔ انتقام کے علاوہ دشمنون کو اس مکاری کی بھی سزا دینا ہے۔ مگر اُن جاسوسون کو لا کے حاضر کرو جنھون نے اِن واقعات کی مخبری کی ہے۔ مین اُنھین بے سزا دیے نہ رہون گا۔ اور جب تک اُن کو سزا نہ مل جائے یہ دربار نہین برخاست ہو سکتا"۔ جاسوسون کی تلاش مین چارون طرف آدمی دوڑائے گئے۔ اور سارا شہر چھان ڈالا گیا۔ مگر اُن کا کہین پتہ نہ تھا۔ آخر طیش کے لہجے مین بابک نے کہا، "تو کیا اب مین یہ سمجھون کہ میرے جاسوس اور مخبر ہی مجھے دھوکا دے رہے ہین؟" اور نا اپنے مخبرون اور کوہبانون پر نہایت سختیان شروع کر دین۔

آخر دس بارہ روز کے بعد ایک چالاک جاسوس یہ خبر لایا کہ افشین بڑا چالاک سپہ سالار ہے۔ اور اُس نے عجب فطرت سے آپ کے جاسوسون کو دھوکا دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے آپ کے ارادون اور آپ کی فوج کی نقل و حرکت کی پوری پوری اطلاع ملتی رہتی ہے۔ آپ کا ارادہ تھا کہ مقام خشّ سے جب خزانہ آگے بڑھے گا تو آپ اُس پر قبضہ کر لین گے۔ افشین نے یہ کیا کہ وہ خود چپکے سے خشّ مین پہونچ گیا پورے قافلے کو ظاہری ساز و سامان سے وہین چھوڑا۔ اور خود

بغا کو اور اُس کے ساتھ کے خزانے کو چپکے سے اپنے لشکر مین منتقل کر کے اس طرح برزند واپس گیا کہ نہ اُس کے ساتھ طبل جنگ بجتا تھا۔ نہ قرنا پھنکتے تھے۔ نہ علم اور بیرقین بلند تھین سارے لشکر نے غیر معمولی خاموشی سے کوچ کیا۔ اور آپ خوش ہوئے کہ تھوڑا بہت لشکر جو حفاظت کے لیے آ گیا تھا وہ بھی واپس گیا۔ اُن کے نکل جانے کے بعد قافلہ اپنی اُسی شان و وضع سے روانہ ہوا جس شان سے کہ بغداد سے یہان تک آیا تھا۔ اور اُس کے ہمراہ چند معمولی سپاہی تھے۔ جب وہ خش سے تھوڑی دور آگے بڑھا تو آپ نے اُس پہ حملہ کر کے کل اونٹون اور سامان پہ قبضہ کر لیا۔ مگر جب بذ مین لا کے دیکھا تو معلوم ہوا کہ خزانہ پہلے ہی نکل گیا۔ اور اس قافلے مین خزانے کے عوض سنگریزون اور ٹھیکرون سے بھرے ہوئے بورے تھے۔"

یہ واقعہ سُن کے بابک خرمی کو ایسا طیش آیا کہ اُسی وقت تھوڑی سی منتخب فوج کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا اور جاتے ہی حصن ارشق کا محاصرہ کر لیا قلعے مین ہیثم کی فوج مقابلے کے لیے موجود تھی۔ بابک نے اُسے پیام بھیجا کہ قلعہ ہمارے حوالے کر دو۔ ہیثم نے انکار کیا۔ اور لڑائی کا زور و شور بڑھ گیا۔ بابک کو یقین تھا کہ مین اِس قلعہ کو بہت جلد فتح کر لون گا۔ اور اب کوئی قوت اُسے میرے ہاتھ سے نہین بچا سکتی۔ لیکن وہ قلعے پر تابڑ توڑ دھاوے کر رہا تھا کہ کیا دیکھتا ہے کہ افشین طبل جنگ بجاتا ہوا آ پہونچا۔ اور ایک قریب کی گھاٹی سے نکل کے اس طرح آناً فاناً مین آ پڑا کہ بابکیون کو بھاگنے کی بھی مہلت نہ ملی جتنے تھے سب مارے گئے۔ خود بابک دو چار رفیقون کے ساتھ بھاگا۔ اور اپنے مستقر شہر بذ کو جانے کا راستہ نہ ملا تو گھبرا کے موقان مین چلا گیا۔ وہان سے بذ مین آدمی بھیج کے کچھ فوج منگوائی۔ اور جب وہ آ گئی تو اُس کی حفاظت مین بذ کی راہ لی۔ اور اپنی ناکامی پہ کف افسوس ملنے لگا۔ لیکن ہمت نہین ہارتا تھا۔ ان ناکامیون نے اُس مین اور زیادہ مستعدی پیدا کر دی اور کوشش کرنے لگا کہ افشین کے لشکرون مین رسد نہ پہونچنے دے جس کی اُنھین بہت ہی ضرورت تھی۔

بنجاروں کا ایک بڑا قافلہ غلہ اور بہت کچھ سامان لیے ہوے برزند کو آ رہا تھا کہ آفشین کے لشکر کو قحط کی مصیبت سے نجات دلائے۔ بابک کے ایک سردار نے ناگہان حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا۔ یہ حال افشین کو معلوم ہوا تو بہت گھبرایا اور اُسی وقت حاکم مراغہ کو لکھا کہ "عساکر خلافت میں رسد کی کمی ہے۔ فوراً غلہ اور کھانے پینے کا سامان بھیجو" اُس نے اس حکم کی تعمیل میں بنجاروں کا ایک اور بڑا بھاری قافلہ روانہ کیا جس میں صدہا اونٹوں اور خچروں کے علاوہ ایک ہزار بیل تھے اور سب پر غلہ لدا ہوا تھا۔ اور افشین کے سپاہیوں کا دارومدار اسی قافلے کے پہونچنے پر تھا۔ حفاظت کے لیے تھوڑی فوج بھی اُس قافلے کے ساتھ تھی۔ بابک نے نہایت ہی چالاکی سے ناگہان حملہ کر کے اُسے بھی لوٹ لیا۔ اور سارا غلہ چھین لے گیا۔ جب اس قافلے کے لُٹنے کی بھی خبر افشین کے لشکر میں پہونچی تو تمام سپاہیوں کے حواس جاتے رہے مگر افشین نے حوصلہ دلایا اور وعدہ کیا کہ میں بہت ہی جلد رسد منگواتا ہوں۔ تم گھبراؤ نہیں۔ اور اُسی وقت خط بھیج کے حاکم شیروان سے رسد طلب کی اور یہ تاکید کی کہ فوراً بھیجو۔ اس کے ساتھ ہی اس نے حفاظت کا کافی انتظام کر دیا۔ چنانچہ حکمران شیروان نے بہت کافی مقدار میں رسد روانہ کی۔ اور افشین کی بیدار مغزی سے وہ پوری رسد لشکر خلافت میں پہونچ گئی۔ اور جب خزانے کے بعد غلہ بھی مل گیا تو فوج کی حالت درست ہو گئی۔

اس اطمینان کے زمانے میں ایک رات کو افشین نے زنانے خیمے میں اپنی بی بی شیریں سے کہا "بابک نہایت ہی ہوشیار شخص ہے۔ ان پیچیدہ پہاڑیوں اور گرد کی گھاٹیوں کے چپے چپے سے واقف ہے اور میں اس سرزمین سے بالکل آگاہ نہیں۔ کہ پہاڑیوں سے پوچھ پوچھ کے قدم بڑھاتا ہوں مگر ہر قدم پر خوف معلوم ہوتا ہے کہ بابک کے کسی فریب میں نہ پھنس جاؤں۔ اور امیرالمومنین کے فرمان چلے آتے ہیں

کہ بدبہ جلدی حملہ کرو"
شیرین ۔ "آج وہ عباسیہ خاتون بھی جنھیں امیرالمومنین نے آپ کے ہمراہ کر دیا ہے شاکی تھیں کہ آپ لڑائی میں ایسی تاخیر کر رہے ہیں کہ فوج کے لوگ اکتائے جاتے ہیں۔ اور اگر اِن لوگوں میں بددلی پیدا ہو گئی تو پھر بابک پر قابو ملنا غیر ممکن ہو جائے گا"
افشین ۔ "کون؟ عالیہ بنت جعفر؟ وہ یہ کہتی تھیں؟ افسوس انھیں کی وجہ سے مجھے اس مہم پر آنا پڑا۔ یہی جو انھوں نے تم سے کہا ہے کہیں امیرالمومنین کو لکھ بھیجیں تو قیامت ہو جائے۔ شیرین تم اُن کا ادب اور لحاظ کیا کرو۔ وہ امیرالمومنین کی قرابت دار اور خاص عباسی خاندان کی بی بی ہیں اگر یہاں قریب ہوں تو تھوڑی دیر کے لیے بلوا بھیجو"
شیرین ۔ "ابھی بلواتی ہوں" یہ کہہ کے اُس نے اپنی لونڈی کیوان دخت کو بلا کر حکم دیا کہ برابر والے خیمے میں جو بی بی رہتی ہیں انھیں اسی وقت اپنے ساتھ بلا لاؤ"
کیوان دخت ۔ "عالیہ بنت جعفر جنھیں امیرالمومنین نے ہمارے آقا کے ساتھ بھیجا ہے؟" شیرین نے یہ سن کے کہا "ہاں وہی!" اور کیوان دخت عالیہ کے بلانے کو چلی گئی۔
افشین ۔ "میں اس عورت سے بہت ڈرتا ہوں امیرالمومنین کے دل پر اس کا بڑا اثر پڑا ہوا ہے۔ اور تمھیں جس طرح بنے اسے راضی رکھنا چاہیے۔ میں لڑائی کی فکروں میں شاید کبھی بھول جاؤں مگر تم نہ بھولنا"
شیرین ۔ "میں نے اُن کی خاطر تواضع میں کبھی کمی نہیں کی"
افشین ۔ "تمھیں یہی کرنا چاہیے تھا" اتنے میں عالیہ آگئی۔ اور دونوں میاں بیوی تعظیم کو اُٹھے۔ اور افشین نے مزاج پرسی کے بعد پوچھا میں نے سنا آپ کو شکایت ہے کہ میں لڑائی میں بے وجہ دیر لگا رہا ہوں۔ مگر آپ شاید جانتی ہوں گی کہ بابک کس قدر دلیر اور کتنا چالاک ہے! علاوہ بریں وہ یہاں کے چپے چپے سے واقف ہے۔ اور ہمارے ساتھی فقط

کوہستانوں کے بھروسے پر چل رہے ہیں۔ مگر ان مقامات کے تمام لوگوں پر بابک کا اتنا اثر پڑا ہوا ہے کہ ان کا اعتبار کرنے میں بھی دل پس و پیش کرتا ہے۔"

عالیہ۔ "یہ آپ بجا فرماتے ہیں۔ لیکن خرابی یہ ہے کہ میں دیکھتی ہوں آپ کی فوج والے اکتانے لگے ہیں۔ اور خدانخواستہ وہ بددل ہو گئے تو بابک کی چالاکیوں سے زیادہ نقصان پہونچا دیں گے۔"

افشین۔ "تو آپ جو فرمائیں میں کروں۔"

عالیہ۔ "لڑائی میں بھلا میں کیا مشورہ دے سکتی ہوں؟ مگر یہ چاہتی ہوں کہ جاسوسی کا کام آپ مجھ سے لیں۔"

افشین۔ "آپ سے! آپ بھلا کیا کر سکیں گی؟"

عالیہ۔ "میں بہت کچھ کر لوں گی اس مہم میں آپ کو امیرالمومنین کا حکم بجا لانے کا خیال ہے۔ اور میں اپنے بھائی بھتیجوں کے خون کا انتقام لینے کو آئی ہوں اس سے آپ اندازہ کر سکتے ہیں کہ جو میرے دل کو لگی ہے آپ کو نہیں۔"

افشین۔ "آپ کو خود ہی شوق ہے تو جب اور جہاں چاہیں تشریف لے جائیں۔ میں مانع نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ نہ کہیے گا کہ میں نے آپ کو کسی خطرے کے مقام پر بھیجا تھا۔"

عالیہ۔ "نہیں۔ نہ میں کہوں گی اور نہ کوئی اور کہہ سکتا ہے۔ میں دعوی تو نہیں کر سکتی مگر کوشش کروں گی کہ اس مہم میں آپ کو جلد کامیاب کر دوں۔"

افشین۔ "اور میں بھی کل ہی سے حملے کی تیاریاں شروع کر دوں گا۔"

صبح کو افشین نے سُنا کہ عالیہ اپنے خیمے سے غائب ہو گئی۔ یہ سنتے ہی اُس نے باہر آ کے ترکی سردار بغا کو بلوایا جو خدا نہ لایا تھا۔ اور کہا "میں چاہتا ہوں کہ اب بابک پر حملہ شروع کر دیا جائے۔ مگر احتیاط کے لیے پہلے آپ تھوڑا سا لشکر لے کے جائیں اور بابکیوں کے قلعہ ہشتادسر کے گرد ایک چکر لگائیں۔ اس کے بعد محمد بن حمید کے لشکر کے پڑاؤ میں جا کے ٹھیر جائیں اس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ لوگ مقابلے میں کیا کارروائی کریں گے مگر اس کے ساتھ ہی اُس نے ابوسعید کو حکم بھیجا کہ تم اپنے پڑاؤ خش سے

اپنی فوج آگے بڑھاؤ۔"

اس حکم کے مطابق ابوسعید لشکر کے ساتھ روانہ ہوا۔ اور اُدھر خود افشین اپنا لشکر لے کے چلا۔ مقام ورزد میں افشین اور ابوسعید کی فوجیں مل گئیں اور افشین نے یہیں پڑاؤ ڈال کے گرد خندقیں کھدوانا شروع کر دیں۔ جب خندقیں مکمل ہو گئیں تو چاروں طرف حصار کی ایک مضبوط دیوار بھی کھینچ لی۔ یہاں سے بابک کا دارالحکومت شہر بذ صرف چھ میل کی مسافت پر تھا۔

اب سردار بغا نے بغیر افشین کو خبر کیے یہ کارروائی کی کہ قلعہ ہشتادسر کا چکر لگانے کے بعد بعوض ابن حمید کے پڑاؤ میں آنے کے بابک کے شہر بذ کے متصل ایک قریے میں داخل ہو کے ٹھہر گیا۔ اور ایک ہزار آدمی دانہ چارہ لانے کے لیے اطراف و جوانب میں بھیجے۔ وہ لوگ یہ سامان فراہم کرنے کے بعد لوٹ آئے تھے کہ بابکیوں کا ایک زبردست گروہ اپنے شہر سے نکل کے یکایک اُن پر آپڑا۔ جو کچھ سامان اُن کے پاس تھا لوٹ لیا۔ اکثر کو قتل کر ڈالا چند کو زندہ پکڑ لے گئے۔ اور صرف دو آدمیوں کو چھوڑ دیا کہ افشین کو اپنی مصیبت و تباہی کی داستان سنائیں۔

یہ حال جیسے ہی بغا کو معلوم ہوا گھبرا کے اُس گاؤں سے نکلا اور ایک شکست خوردہ سردار کی طرح ڈرتا کانپتا ابن حمید کے پڑاؤ میں پہنچا وہاں کی خندقوں میں پناہ لی۔ پھر افشین کو اپنی حالت لکھی اور کمک مانگی۔ افشین کو اس واقعہ کا افسوس ہوا جو بغا کی غلطی سے پیش آیا تھا۔ اور اُس کی مدد کے لیے فوراً اپنے بھائی فضیل کو چند نامور سرداروں کے ساتھ جن میں احمد بن حنبل ابن ہشام ابن جوشن۔ اور جناح اعور کے ایسے نامور سپہگر تھے اُس کے پاس بھیجا اور حکم دیا کہ فلاں تاریخ تم بابک سے لڑائی چھیڑ دو۔ اور دو طرف سے حملہ کرو۔ اور عین اُسی دن خود بھی اپنے لشکر کے ساتھ کوچ کیا کہ شہر بذ پر پوری قوت سے یورش ہو۔ بغا حکم کے مطابق اپنا لشکر لے کے بڑھا۔ مگر یکایک مینہ پڑنے لگا۔ اور سردی

کی اس قدر شدت ہوئی کہ وہ اور اُس کے ساتھی اُسکی تاب نہ لا سکے مجبوراً اسب کو لے کے پلٹ آیا۔ مگر افشین جو اپنے کیمپ سے چل چکا تھا اُس نے کسی چیز کی پروانہ کی اور بابکیون پر حملہ کر دیا۔ اکیلا افشین گو بہادری سے لڑ رہا تھا۔ مگر خرمیون پر کوئی زور نہ چلتا تھا۔ اس لیے کہ اُن کی کثرت تھی۔ افشین کے ہمراہی دو گروہون مین تقسیم ہو کے دو جانب سے چلے تھے۔ اُن مین سے ایک تو جس مین خود افشین تھا حریف سے لڑ رہا تھا۔ مگر دوسرا گروہ بابکیون کی چالاکی سے راستہ بھول کے ایک ایسی گھاٹی مین نکل گیا جہان سے نکل کے افشین تک نہ پہونچ سکتا تھا۔ اور فتح کا دار و مدار اسی کے پہونچنے پر تھا۔

اب افشین کے گروہ کی حالت نازک تھی ساعت بساعت وہ کمزور پڑتا جاتا تھا۔ اور بابکیون کے زور و شور کے حملے اُس کے حواس بگاڑے دیتے تھے۔ خود افشین کو یاس تھی۔ مگر چونکہ اُن دنون وہ دنیا کا ایک بہت ہی نامور معرکہ آرا تھا اس لیے اپنے شکستہ دل ہمراہیون کو جوش دلا کے جان دینے پر آمادہ کرتا اور حریف کی فوج مین گھس گھس کے اُن کا حوصلہ بڑھاتا لیکن بابکیون کی یورشین دم بھر مین اُس جوش کا خاتمہ کر دیتین اس وقت بابکی بہت خوش تھے۔ اور جانتے تھے کہ ہم حریف کو پسپا کیا ہی چاہتے ہین۔ ناگہان خرمیون کی پشت پر شہر بذ کے گرد کی گھاٹیون مین سے نکل کے افشین کی فوج کے دوسرے گروہ نے اس زور و شور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ کوہ و دشت کانپ گئے۔ اور ساتھ ہی اُنھون نے یک بیک خرمیون پر اُن کی پشت پر سے حملہ کر دیا۔ اُن کے جواب مین ادھر سے بھی افشین نے تکبیر کہہ کے اپنے ہمراہیون کو للکارا۔ اور ایسا زبردست حملہ کیا کہ بابکیون کے جو میدان کو اپنا سمجھ چکے تھے ہوش اُڑ گئے۔ اور آگے پیچھے

دونوں طرف سے دشمنوں میں گھر کے داہنے بائیں بھاگنے لگے۔ اُنھیں بھاگتے دیکھ کے شہر والوں نے پھاٹک بند کر لیے کہ ایسا نہ ہو مسلمان اندر گھس پڑیں اور بے پناہ سفردرین کا نہایت ہی بے رحمی کے ساتھ قتل وقمع ہونے لگا۔ قریب قریب تمام خرمی جو اس لڑائی میں شریک تھے سب مارے گئے اور جو زندہ بچے گرفتار کر لیے گئے۔

اب افشین سر سے پاؤں تک خون میں نہایا۔ خون آلود تلوار ہاتھ میں لیے ایک بلند ٹیکرے پر کھڑا تھا۔ اور لوگ اسیروں اور مال غنیمت کو لا لا کے پیش کر رہے تھے کہ چند ترکی سپاہی ایک خرمیہ عورت کو پکڑ کے لائے اور کہا "یہ عورت بھاگ کے فصیل کی دیوار کے پاس پہونچ گئی تھی۔ اُسے دیکھ کے اوپر سے کسی نے رسی میں ٹوکری باندھ کے لٹکائی جس میں یہ بیٹھ گئی۔ اور لوگ اوپر کھینچ رہے تھے کہ ہم نے رسی کو تلوار سے کاٹ کے اسے گرا لیا"۔ افشین کے ہمراہی سپاہیوں نے جو اُس کی صورت دیکھی تو کہا "حضور اسے زندہ نہ چھوڑیں آغاز جنگ میں یہ دشمنوں کے ساتھ تھی اور اُنھیں للکار للکار کے لڑا رہی تھی"۔ اتنے میں اُس دوسرے گروہ کے لوگ آ گئے جنھوں نے آتے ہی افشین کو سلام کیا۔ اور سب تھوڑی اس عورت پر جو نظر پڑی اور اُسے گرفتار دیکھا تو کہنے لگے "یہ فتح اسی نیک عورت کی بدولت نصیب ہوئی ہے۔ ہم لوگ آپ کے لشکر سے ملنے کے لیے بذ کی طرف آ رہے تھے کہ خرمیوں کا ایک چھوٹا سا گروہ نمودار ہوا جس نے ہمارا راستہ روک کے پہاڑیوں کی بلندی پر سے ہم پر تیر برسانا شروع کیے۔ ہم نے پروا نہ کی اور اوپر چڑھنے لگے تو وہ لوگ نیچے اُتر کے ہم پر حملہ آور ہوئے۔ کچھ دیر مقابلہ رہا اور اُس کے بعد وہ لوگ پہاڑ کے پہلو ہی پہلو ایک طرف ہٹنے لگے۔ اور ہم اُن کے ساتھ لگے ہوئے دور تک چلے گئے۔ تھوڑی دور جا کے وہ لوگ زور سے بھاگے ہم نے تعاقب کیا۔ اور اُن کو رگیدتے ہوئے دور نکل گئے۔ یہاں تک کہ وہ لوگ یک بیک غائب ہو گئے۔ اور ہم پیچیدہ گھاٹیوں

مین محصور تھے۔ کسی طرف راستہ نہ ملتا تھا۔ ہر چہار طرف پہاڑون سے ٹکراتے پھرتے تھے اور کوئی صورت نہ بن پڑتی تھی کہ کیونکر آپ تک پہونچین اسی پریشانی مین تھے کہ ہمین اپنے سامنے یہ عورت نظر آئی۔ ہم بے اختیار اس کے پیچھے دوڑے۔ اور یہ بھاگی۔ ہم بھی باوجودیکہ راستہ تنگ اور نہایت ہی وحشت ناک نظر آتا تھا اس کے پیچھے بڑھتے چلے گئے۔ اور محض اس خیال سے کہ یہ پکڑ لے تو اس سے راستہ پوچھین۔ آخر یہ بہت سی گھاٹیون اور کئی غارون سے گزر کے شہر بذ کی فصیل کے نیچے کھائی کے اندر پہونچی۔ اور کھائی ہی کھائی چلی۔ شہر کی دیوار اور کھائی دیکھ کے ہمین راستہ ملنے کی امید ہوئی اور آگے بڑھے۔ یہان تک کہ اُس نے پھاٹک کے پاس پہونچ کے دور سے ہمین بتایا کہ وہ لڑائی ہو رہی ہے اُدھر جاؤ۔ ہم نے ادھر جو میدان جنگ کو گرم دیکھا تو اُسے چھوڑ کے دشمنون پر حملہ کیا۔ اور خدا نے ایسی نمایان فتح عطا کی۔"

افشین:۔ "تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ تمھین راستہ بتانے کو آئی تھی؟"

ایک ترک:۔ "یہ تو ہم نہین سمجھتے مگر ہمین اسی کی بدولت راستہ ملا۔ اور یہ اُسی کا احسان ہے۔ خصوصاً اس لیے کہ ہمین شہر کے پھاٹک پر پہونچ کے وہ مقام بتا دیا جہان آپ سے لڑائی ہو رہی تھی۔"

دوسرا ترک:۔ (جو افشین کے ساتھ والون مین سے تھا) "جو کچھ ہوا اُس سے قبل ضرور ہونا چاہیے۔ اس مین شک نہین کہ یہ دشمنون مین کوئی خاص شان رکھتی ہے۔ یا اُن کی جاسوس ہے۔"

افشین:۔ (اُس عورت سے) "خود تم ہی بتاؤ کہ ہم تمھارے ساتھ کیا سلوک کرین۔"

عورت:۔ "آپ کے یہان احسان کا جو بدلہ ہوا کرتا ہو وہ میرے ساتھ کیجیے۔"

ایک عرب سپاہی:۔ "احسان کا بدلہ تو احسان ہے۔ ھل جزاءُ الاحسان الا الاحسان مگر یہ ثابت کرو کہ تم نے ہم پر احسان کیا۔"

عورت: "یہ احسان نہ تھا کہ تمھارے اُس لشکر کو جو کمزور ہو رہا تھا اور شکست کھا کے بھاگا جاتا تھا مین نے کمک پہونچا دی؟ اور تمھارے ایک بڑے لشکر کو اُس قدرتی قیدخانے سے نکال لائی جہان وہ عمر بھر پہاڑون سے ٹکراتے اور راستہ نہ پاتے؟"

افشین: "مگر تو بتا کہ تم کون ہو؟ اور تمھارا کیا نام ہے؟"

عورت: "ایک معمولی خرمی عورت ہون۔ ماہ آفرید میرا نام ہے۔ اور حضرت بابک کی ساقیہ ہون"

افشین: "تو کیا خود بابک اس لڑائی مین موجود تھا؟"

ماہ آفرید: "جی کیون نہین؟ وہ ہمیشہ لڑائی مین زیادہ شراب پیا کرتے ہین۔ اور جب تک لڑائی ہوتی رہتی ہے مین شراب کے جام بھربھر کے دیتی رہتی ہون۔ مگر اثناے جنگ مین ایک کام کے لیے مین اجازت لے کے شہر مین چلی گئی۔ اور جب وہ کام ہو چکا تو یہ خیال کر کے کہ میرے سوا اور کسی کے ہاتھ سے شراب پینے مین اُنھین مزہ نہین آتا۔ واپس آئی۔ مگر میرے پہونچنے سے پہلے لڑائی ختم ہو گئی۔ اور مین پھر شہر مین جا رہی تھی کہ آپ کے لوگون نے پکڑ لیا"

افشین: "مگر بابک میدان مین موجود تھا تو کہان چلا گیا؟ ہم نے تو کسی بابکی کو بچ کے نہین جانے دیا"

ماہ آفرید۔ (ہنس کے) "کیا آپ سمجھتے ہین کہ حضرت بابک پاک نہاد کو آپ پکڑ سکین گے؟ یہ خیال خام ہے اور محال۔ وہ خالص روح ہین اور محض نور۔ جسم فقط دکھنے کا ہے۔ اور محض دھوکا ہے۔ اُن مین ایسی قوت ہے کہ ہوا مین اُڑ کے جا سکتے ہین۔ زمین مین سما کے نکل جا سکتے ہین کسی نہ کسی تدبیر سے نکل گئے ہون گے"

افشین: "خوب۔ عورت تیرا کفر اور بابک کے ساتھ تیرے تعلقات۔ مجبور کرتے ہین کہ ہم تجھے قتل کرین۔ مگر تجھ سے ہمین ایسی مدد ملی ہے اور تو نے ایسا احسان کیا ہے کہ تجھ پہ ہماری تلوار نہین اُٹھ سکتی جا تو آزاد ہے۔

(اس کی رسیاں کھلوا کے) اب یہاں نہ ٹھہر۔ اور اپنے کافر و زندیق آقا کو جا کے شراب پلا لیکن جانے سے پہلے اپنے شہر اور اپنے آقا کے کچھ حالات بتا دیجیے۔"

ماہ آفرید: "جو بتانے کے قابل ہیں اُن کے بتانے میں مجھے تامل نہ ہوگا۔ مگر اُس وقت جب آپ اطمینان سے بیٹھ کے پوچھیں گے۔"

افشین: "اچھا تو میرے خیمے میں چل۔ اور ہم لوگوں سے کوئی اندیشہ نہ کر ہم احسان فراموش نہیں ہیں"

یہ کہہ کے افشین نے اپنی فوج کو مرتب کر کے اندازہ کیا کہ اس لڑائی میں کتنے آدمی کام آئے۔ پھر مال غنیمت کو دو اپنی کھڑے کھڑے سپاہیوں میں تقسیم کیا۔ اسیروں کا شمار کرایا۔ اور حکم دیا کہ اسی جگہ شہر بذ کے تیروں کی زد سے ہٹ کے خیمے نصب ہوں۔

چھٹا باب

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

افشین کے لشکر نے رات یہیں بسر کی۔ بابکیوں کے خوف سے ہر طرف سپاہی پہرے پر مقرر کر دیے گئے۔ لوگوں نے جا بجا آگ روشن کی معمولی قسم کا کھانا پکا پکا کے کھایا۔ اور سر شام ہی افشین کے خیمے میں دستر خوان بچھا جس پر چند معزز افسران فوج کے ساتھ ماہ آفرید کو بھی بیٹھنے کی اجازت دی گئی۔ کھانے کے بعد سب مہمان ہاتھ منھ دھو کے خیمے کے اندر ہی آگ کے پاس جا کے بیٹھے۔ اس لیے کہ سردی اور ٹھنڈی ہوا سے ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ تھوڑی دیر باتیں کر کے جب سب لوگ چلے گئے اور خیمے میں ماہ آفرید کے سوا کوئی نہ رہا۔ تو افشین نے اُس کی طرف متوجہ ہو کے کہا "اب تم اپنے آقا بابک کے حالات بیان کرو۔"

ماہ آفرید:- "اُن کے حالات کیا؟ مظہر یزدان ہیں۔ خدا نے اپنے صفات کمال کو اُن کی صورت میں متشخص کر کے دکھایا ہے۔"

افشین:- "اس قسم کے حالات کی مجھے ضرورت نہیں۔ یہ بتاؤ کہ وہ رات کو کس جگہ سوتے ہیں؟ اور کن کن لوگوں سے زیادہ ملتے جلتے ہیں؟"

ماہ آفرید:- "لڑائی کے سوا اور کبھی وہ اپنے شہر سے نہیں نکلتے۔ اور آج کل تو جنگ کے کاموں میں مصروف رہا کرتے ہیں۔ مگر اور زمانوں میں سوا دین کی باتیں سکھانے اور نجات کا راستہ بتانے کے اُن کا اور کوئی کام نہیں رہتا۔"

افشین:- "کیا اُن دونوں شراب نہیں پیتے؟"

ماہ آفرید:- "شراب کیوں نہ پیتے؟ شراب اُن کے نزدیک نردبان حقیقی اور عالم نور کی معراج ہے۔ میکشی اُن کے دین میں ثواب ہی نہیں بلکہ عبادت ہے۔"

افشین:- "اور زنا بھی غالباً ذریعۂ نجات ہوگا؟"

ماہ آفرید:- "ان کا یہ کام عورتوں کو نفع پہونچانے اور اُنہیں اُن کے حقوق دلوانے کے لیے ہے۔ دنیا کے تمام قانون اور مذہبوں میں عورتوں کے خیالات اور اُن کی خواہشوں کا خیال نہیں رکھا گیا ہے۔ اور مردوں نے سارے عالم میں عورتوں کو اپنی خواہش پوری کرنے کا ذریعہ بنا لیا ہے۔ ہمارے حضرت بابک یزدان مظہر نے عورتوں کو اس بارے میں آزادی دیدی اور وخشور (پیغمبر) اعظم حضرت زرتشت کے اس اصول کو برقرار رکھ کے کہ جن عورتوں کو آپ لوگ محرمات ابدیہ کہتے ہیں وہ بھی اپنی خواہشوں سے عام ازیں کہ وہ باپ بھائی کے ساتھ کیوں نہ ہوں نہیں روکی جاسکتیں۔ اُن تمام مظالم کو مٹا دیا جو سلاطین عجم کے محلوں اور اُمرائے فارس کے گھروں میں کمزور عورتوں پر ہو رہے تھے۔ اس لیے حضرت بابک کی ذات عورتوں کے لیے خصوصیت کے ساتھ رحمت یزدانی ہے۔"

افشین:- "ماہ آفرید۔ تو جوان اور خوبرو عورت ہے اور مجھے یہ سن کے افسوس ہوتا ہے کہ ایسا بداخلاقی و بدکاری کا دین اختیار کر کے تو اپنی

خواہش پوری کرنے مین آزاد ہونے کے دھوکے مین مردون کی عام شہوت رانی کا ذریعہ بن گئی ہے۔

ماہ آفرید۔ مین ایک آزادی بی اور اپنے نفس کی مختار بننے کے بعد پھر مردون کی لونڈی نہین بن سکتی۔ اور نہ حضرت بابک پاک نہاد کو چھوڑ سکتی ہون۔

افشین۔ تو مسلمان ہو جا۔ اور مین وعدہ کرتا ہون کہ ایک شریف عربی یا ترکی مسلمان بانو بن کے تو اس ذلت کی حالت سے بہت زیادہ معزز اور اپنی خانگی زندگی مین زیادہ آزاد ہو جائے گی۔

ماہ آفرید۔ اس بارے مین آپ مجھ سے کچھ نہ فرمائین۔ مین اپنے دین کو نہ چھوڑون گی۔

افشین۔ یہ بھی نہین منظور کہ مین تجھے اپنی محبوبہ بی بی بنا لون؟

ماہ آفرید۔ نہین۔ مجھ سے نہ ہوگا۔ مین نے سنا ہے کہ آپ لوگ اپنی عورتون پر بڑی سختیان کرتے ہین جن کو مین آزادی کے بعد ہرگز نہ برداشت کر سکون گی۔

افشین۔ دیکھو ماہ آفرید۔ عورت کی اصلی فطرت یہ ہے کہ کسی ایک کی ہو کے رہے۔ اور جس سے تعلق ہو جاتا ہے اُسی کی ہو جاتی ہے۔

ماہ آفرید۔ بیشک عورت کی اصلی خواہش اور سرشت یہی ہے مگر بقول حضرت بابک کے یہ اُسی کی کمزوری اور بے عقلی ہے۔ وہ فرماتے ہین کہ عورت نے عہد سلف سے آج تک آزما کے دیکھ لیا ہے کہ جیسی وفاداری اُسکی سرشت مین ہے ویسا وفادار مرد دُنیا مین نہین ملتا۔ جس کی وجہ سے ایک کی ہو جانے کے بعد وہ ہمیشہ نقصان اور صدمے اُٹھاتی اور زندگی بھر ایک سخت نامرادی اور کوفت مین مبتلا رہتی ہے لہذا اس تجربے نے ثابت کر دیا۔ کہ عورت کو بھی ایسا ہی آزاد ہونا چاہیے جیسے کہ مرد ہین بلکہ وہ مردون سے زیادہ آزادی پانے کی مستحق ہے تاکہ اطمینان و آزادی کی زندگی حاصل کر کے وہ اچھی اولاد پیدا کر سکے اور اُسے اچھی طرح پرورش کرے۔

اس گفتگو کو افشین نے حیرت سے سُنا۔ اور متحیر ہو گیا کہ بابک خرمی نے کس رسوخ کے ساتھ بیحیائی کے فخر و ناز کو اس عورت کے دل مین راسخ کر دیا ہے۔ آخر مجبوراً تامل کر کے کہنے لگا۔ تو تمھارے یہان جتنی عورتین اسیر ہو کے آئی ہین اُن سبکے

ساتھ جبراً ایسی سلوک ہوتا ہو گا۔ اور بابک کو اختیار ہو گا کہ جب چاہین اُسے بے آبرو کر ڈالین؟"

ماہ آفرید "آپ اسے بے آبروئی کہتے ہین تو کہین اصل مین تو کسی عورت اور لونڈی کے لیے یہ چیز باعث فخر و ناز ہے کہ ہمارے آقائے پاک نہاد اس کی طرف لطف و محبت سے توجہ کرین۔ مگر جہان یہ ہے وہان یہ بھی ہے کہ ہم لوگون مین جبر کرنا ناجائز ہے۔ ہم انسان کو مرد ہو یا عورت فاعل مختار مانتے ہین۔ یزدان کو یہ حق نہین کہ کسی کی آزادی اور خود مختاری مین فرق ڈالے ہمارے یہان قلعے مین ہزارون عورتین پکڑ کے آئین اور جس کو پسند آئین اُس کے حوالے کر دی گئین بہت سی پری جمال مہ طلعتون کو خود حضرت بابک نے پسند فرما کے اپنے لیے چن لیا۔ مگر اس طرح قابو پانے کے بعد کسی مرد کو حتے کہ خود حضرت بابک کو بھی یہ حق نہین ہو جاتا کہ ایسی کسی عورت کو اُس کی مرضی کے خلاف اپنی خواہش پوری کرنے پر مجبور کرین۔ اُن سے بہ لطف و محبت اور یون نہین مانتین تو بہ عجز و الحاح خواہش کیجاتی ہے۔ اگر وہ رضامند ہو گئین تو بہتر ورنہ فروخت کر ڈالی جاتی ہین۔ یا یو نہین چھوڑ دی جاتی ہین"

افشین "شہر بذ مین اسیر شدہ عورتون مین سے کوئی بھی ایسی ہے۔ جو بدکاری پر مجبور نہ کی گئی ہو؟ اور نہ آج تک عزت و آبرو کے ساتھ کسی خرمی کے گھر مین رہتی ہو؟"

ماہ آفرید "ہو تین کیون نہین؟ کئی ایک ہین"

افشین "بھلا بتاؤ وہ کون کون ہین؟"

ماہ آفرید۔ (آپ ہی آپ چونک کے) "یہ مین نہ بتاؤن گی مین جانتی ہون کہ آپ نے ہمارے قلعے پر کیون چڑھائی کی ہے۔ حضرت بابک کو غیب کی تمام باتین معلوم ہو جاتی ہین۔ اُنھون نے شہر بذ کے بچے بچے کو بتا دیا تھا کہ عباسیہ لڑکی کے لیجانے کے لیے جو ہمارے ہاتھ مین گرفتار ہے بغداد سے فوج کشی ہو گی۔ آپ ٹڈی بر دست لشکر لے کے آئین گے۔ جس کا مقابلہ

کرنا غریب خرمیون کو مشکل ہوگا۔ اور ہم لوگون پر جو قسائیون کا سا ظلم اسحق ابن ابراہیم کر چکا ہے وہی بلکہ اُس سے بڑھ کے پھر ہوگا۔ چنانچہ اُنھون نے مقابلے اور اپنی حفاظت کا سامان پہلے ہی سے کرلیا ہے۔ قلعۂ بَذ کے اندر سے سیکڑون زیرزمین راستے مختلف میدانون۔ وادیون اور پہاڑیون مین نکال لیے گئے۔ اور آس پاس کی بستیون اور آبادیون مین سے کوئی نہین ہے جس کو بَذ سے زمین کے نیچے نیچے راستہ نہ گیا ہو۔"

افشین۔ (تعجب سے) "تو بابک نے اپنے بھاگنے کے لیے ایسا بندوبست کر رکھا ہے؟"

ماہ آفرید۔" یہ سامان اُنھون نے اپنے لیے نہین کیا۔ بلکہ یہ اُن کے رفیقون اور شہر والون کے لیے ہے۔ وہ خود تو جس طرح چاہین چلے جا سکتے ہین۔ چاہین نظرون سے غائب ہون اور دشمنون کے بیچ مین سے ہو کے نکل جائین چاہین زمین مین سما کے کہین اور ہو رہین۔ اُن کا راستہ روکنا کس کے امکان مین ہے؟"

یہ سُن کے افشین نے دل مین کہا "اب سمجھ مین آیا کہ بابک باوجودیکہ چارون طرف سے گھر گیا تھا کیونکر بیچ میدان مین سے غائب ہو گیا۔" پھر ماہ آفرید کی طرف دیکھا اور مسکرا کے کہا "تو تم اُس عباسیہ لڑکی ریحانہ کا حال نہ بیان کرو گی جو تمھارے مقتدا بابک کے محل مین قید ہے؟"

ماہ آفرید۔" ایک نقطہ بھی نہین۔ اُس پر ہم سب کو اور خود حضرت بابک کو حیرت ہے کہ وہ نادان لڑکی اُن کی محبت و عنایت کی قدر نہین کرتی اُس کی ضد پر سب کو غصہ آتا ہے۔ اور بار بار لوگ سمجھاتے ہین کہ جناب بابک کی محبت کو اپنی خوش نصیبی سمجھ کے قبول کرو۔ مگر وہ کمبخت نہین مانتی۔ اُدھر حضرت بابک کا یہ حال ہے کہ گویا اُس سے زیادہ خوبصورت عورت دنیا مین پیدا ہی نہین ہوئی ہے۔ وہ کوئی ایسی بڑی صورت دار بھی نہین ہے۔ غالبًا بغداد کے عباسی خلیفہ کی رشتہ دار ہونے کی وجہ سے اُنھین اُس کے ساتھ عشق سا ہو گیا۔ مگر وہ اپنی حماقت

سے نہین مانتی۔ اور جبر اس لیے نہین کیا جا سکتا کہ ہمارے یہان ہر زن و مرد اپنے معاملے کا اختیار رکھتا ہے۔ چاہے مانے چاہے نہ مانے۔"

افشین :"اور رہتی وہ اُنھین کے محل مین ہے ؟"

ماہ آفرید :"جی اور کیا ؟ مگر نہین مین نہین بتا سکتی۔ آپ چپکے چپکے سب باتین پوچھے لیتے ہین۔ لیکن یہ بتانے کی باتین نہین ہین۔"

افشین :"اچھا تمھین نہین منظور ہے تو اس ذکر کو جانے دو۔ مگر ایک بات مجھے سچ سچ بتا دو تو تمھارا بڑا احسان ہو گا۔"

ماہ آفرید :"آپ پوچھین تو سہی بتانے کی بات ہو گی تو ضرور بتا دون گی۔"

افشین :"یہ بتاؤ کہ تم اُس گھاٹی مین کیونکر پہونچین جس مین ہمارا آدھا لشکر پھنس گیا تھا ؟ اور اُسے یہان کیون پہونچا دیا ؟ تم بابک کی اتنی بڑی معتقد اور اپنی قوم کی سچی دوست ہو پھر اپنے دشمنون کی مدد کرنے کی کیا وجہ ؟"

ماہ آفرید :"سچ سچ کہہ دون ؟ آپ بُرا تو نہ مانین گے ؟"

افشین :"نہین مین بُرا نہ مانون گا۔"

ماہ آفرید :"ایسا نہ ہو کہ آپ کو غصہ آجائے اور میرے قتل کا حکم دیدین ؟"

افشین :"ہرگز نہین مین تم کو آزادی دے چکا۔ اور یہ تمھارا فقط احسان ہے جو میرے پاس بیٹھی ہو۔ ورنہ تم کو اختیار ہے کہ جب چاہو چلی جاؤ۔ یہ بھی دیکھ چکا ہون کہ تم اپنے مذہب مین بہت پکی ہو۔ اور کسی لالچ سے اُسے نہ چھوڑ دو گی۔ تمھاری جان لینا ہوتی تو یہی کافی تھا۔"

ماہ آفرید :"اس راز کے بتانے کی مجھے جرأت نہین ہوتی۔ آپ کو اس کے سننے کا ایسا ہی شوق ہے تو اُس وقت بتاؤن گی جب آپ کی گرفت سے باہر ہو جاؤن گی۔"

افشین :"اس کی جو صورت بتاؤ مین اُس کے لیے بھی تیار ہون۔"

ماہ آفرید :"تو آپ میرے ساتھ رات کے اندھیرے مین شہر بذ کی فصیل کے نیچے چلیے مین پکار کے لوگون سے کہون گی کہ ڈوکری لٹکا مین اور مجھے اُس مین بٹھا کے اوپر کھینچ لین۔ جب ڈوکری مین بیٹھ کے آدھی بلندی پر چڑھ

لون گی تب یہ راز بتاؤن گی۔"

افشین کو اس راز کے دریافت کرنے کا اس قدر شوق تھا کہ راضی ہو گیا۔ اُس کے ساتھ سیکۂ و تنہا رات کے اندھیرے مین فصیل کے نیچے گیا۔ ماہ آفرید کے پکارنے سے پہرے والون نے ٹوکری لٹکائی۔ اور وہ اُس مین بیٹھ کے اوپر کی طرف چلی۔ آدھی بلندی پر پہونچ کے اُس نے کھینچنے والون سے کہا "ٹھہرو" اور افشین سے بیان کرنا شروع کیا "مین اپنے دین مین پکی ہی نہین مسلمانون کی سخت ترین دشمن ہون۔ میرے بھائی خورزاد کو آپ کی سازش سے قلعۂ شاہی کے حاکم محمد بن بعیث نے دغا بازی کر کے بڑی بے رحمی سے مار ڈالا۔ اور سنتی ہون اُن کا سر بغداد مین جانے والا ہے۔ جس وقت سے یہ خبر سنی ہے کسی حالت پر قرار نہین آتا۔ انگارون پر لوٹتی ہون۔ اور ڈھونڈھتی پھرتی ہون کہ کوئی مسلمان ملے تو سینہ چاک کر کے اُس کا کلیجا چباؤن اور اُس کے دل کو اپنے ہاتھو سے ملون۔ مگر یہ تمنا نہین پوری ہوتی۔ اور جب کسی مسلمان کی بوٹیان نہین ملتین تو خود اپنی بوٹیان نوچنے لگتی ہون۔ آج لڑائی کے شروع ہی مین حضرت بابک پاک نہاد کو ایک جاسوس نے خبر دی کہ مسلمانون کا آدھا لشکر جو دوسری طرف سے آ رہا تھا دھوکا دے کے فلان گھاٹی مین پہونچا دیا گیا۔ جہان شام تک سر ٹکراتا رہے گا۔ اور راستہ نہ پائے گا۔ اور آج رات کو ایک خرمی لشکر جا کے اُسی قدرتی قید خانے مین اُن لوگون کا کام تمام کر دے گا۔" یہ سُن کے مجھے خیال ہوا کہ جس وقت وہ مسلمان مارے جائین گے اُس وقت اگر مین وہان موجود ہون تو شاید میری یہ تمنا پوری ہو جائے۔ اُس گھاٹی کا راستہ جانتی تھی کہ بہت ہی قریب ہے اور فصیل کے نیچے سے ایک سرنگ مین ہو کے گیا ہے۔ اس لیے حضرت بابک سے اجازت لے کے ایک خنجر اپنے کپڑون مین چھپا لیا۔ وہان پہونچی۔ اور بے سوچے سمجھے اُن گم گشتہ مسلمانون کے سامنے نمودار ہو گئی۔ اُنھون نے جو مجھے دیکھا تو سمجھے کہ ادھر سے راستہ ہو گا۔ میرا تعاقب کیا۔ مین گھبرا کے پلٹی کہ قلعے کے اندر پہونچ جاؤن۔ مگر اُنھون نے میری جان نہ چھوڑی اور شہر کے پھاٹک تک بڑھتے چلے

آ گئے۔ یہاں تک کے پاس پہونچ کے مین نے فصیل کے اوپر جو لوگ تھے اُن سے ٹوکری لٹکانے کو کہا۔ اُنھون نے ٹوکری لٹکائی۔ مگر جب تک وہ اوپر کھینچین کھینچین وہ مسلمان لشکر میرے سر پر آ پہونچا۔ اور اب مجھے سوا اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ اُن کو اشارہ کر کے بتاؤن کہ دیکھو وہ سامنے لڑائی ہو رہی ہے۔ اُدھر جاؤ۔ اُن لوگون نے اُدھر میدان جنگ کو گرم دیکھ کے فوراً حملہ کر دیا۔ اُن کے حملہ کرنے کے بعد مجھے اپنے آقا بابک کا خیال آیا جو آگے پیچھے دونون طرف سے دشمنون مین گھرے تھے۔ فوراً تہ خانے کے راستے سے جو عین اُس مقام پر نکلا ہے جہان حضرت بابک کھڑے تھے مین میدان جنگ کے بیچ مین آ گئی۔ اور گھبراہٹ مین ایک جام شراب اُنھین پلایا تھا کہ خرمیون مین بھگدڑ پڑ گئی۔ اور ایسی بدحواسی سے بھاگے کہ اُن کا ایک ریلا مجھے دور ہٹا لے گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت بابک تو قلعے کے اندر پہونچ گئے۔ اور مین آپ کے ہاتھ مین گرفتار ہو گئی۔" یہ حالات بتا کے ماہ آفرید نے کہا "بس اب مین کچھ نہ بتاؤن گی۔ اور تم نے مجھ پر جو احسان کیا ہے اُس کے معاوضے مین اس وقت مین تم پر احسان کرنے کہتی ہون کہ فوراً اپنے لشکر مین واپس جاؤ۔ کسی کو ذرا بھی خبر ہو گئی تو گھیر کے پکڑ لیے جاؤ گے۔ اور پھر تمھارا کچھ زور نہ چلے گا۔ اس جگہ مین تمھارے بس مین نہین بلکہ تم میرے بس مین ہو۔" یہ کہتے ہی اُس نے فصیل والون کو ٹوکری کھینچنے کا حکم دیا۔ مگر قبل اس کے کہ اوپر پہونچ کے غائب ہو افشین نے کہا "ہم دونون نے ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کر کے دوستی پیدا کر لی ہے۔ اور امید ہے کہ اس کا خیال تمھارے دل مین بھی کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔ اسی کو یاد دلا کے کہتا ہون کہ کبھی کبھی مجھ سے مل جایا کرو۔ تم کو تو فقط اس حقیر درجے کے مروت و اخلاق کا خیال ہے جو مجھ سے ظاہر ہوا مگر مین تمھارے اس احسان کے علاوہ تمھاری باتون کا شیفتہ اور تمھاری صورت پر فریفتہ بھی ہو گیا ہون۔"

ماہ آفرید نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ فصیل کے اوپر پہونچ کے نظر سے غائب ہو گئی۔ اور افشین اُس کے خیال مین محو اور اس کی باتون کو یاد کرتا ہوا اپنے خیمے مین واپس آیا۔

ساتوان باب

ناکام حملے

جس رات کا یہ واقعہ ہے اُس کی صبح کو بغا نے اپنی فوج کے ساتھ بڑھ کے قلعۂ ہشتادسر پہ دھاوا کیا۔ بڑے جوش وخروش کے ساتھ فتح کے نعرے لگاتا ہوا پہاڑون کی بلندی تک چڑھ گیا۔ اور خرمیون کے ایک چھوٹے سے گاؤن پہ قابض ہوگیا۔ جو اُس بلندی پر قلعے کے متصل آباد تھا۔ اس میں خرمیون کی جو مختصر سی فوج تھی وہ بھاگ کے ہشتادسر مین چلی گئی۔ بغا نے ان کے خیمون اور مکانون کو خوب لوٹا۔ چند خرمیون کے ساتھ بابک کے پیر بھائی این جاویدان کو گرفتار کیا۔ اور اس بلندی سے اُتر کے شہر بذ کی طرف چلا۔ مگر جاتے ہی جاتے شام ہوگئی تب بغا نے اپنی فوج طلیعہ کے افسر داؤد سیاہ کو ایک سوار بھیج کے حکم دیا کہ "رات ہونے کو آئی۔ اور ہمارے سپاہی چلتے چلتے شل ہوگئے ہین تم اس سرزمین سے واقف ہو۔ اس لیے کوئی ایسی مضبوط ومحفوظ پہاڑی ڈھونڈھ کے بتاؤ جہان ہم پڑاؤ ڈالین اور رات بسر کرین۔" داؤد کی تجویز کی مطابق سب ایک بلند پہاڑی پہ چڑھ گئے۔ وہان پہونچے تو سامنے افشین کا پڑاؤ دکھائی دیا۔ مگر بغا نے خیال کیا کہ یہ بابکیون کا لشکر ہے۔ اور صبح ہوتے ہی ہم انشاءاللہ اُن کافرون پہ حملہ کرین گے۔

لیکن رات کو اس شدت سے برف پڑی اور ایسی سرد اور تند ہوا چلنا شروع ہوئی کہ بغا اور اُس کے ساتھیون کو موت سامنے نظر آنے لگی۔ پانی جہان یا جس کے پاس تھا جم گیا اور سب کملون مین لپٹے پڑے تھے صبح کو اُن کے ہاتھ پاؤن اس قدر ٹھٹھرے ہوے تھے کہ کسی کو اپنی جگہ سے ہلنے کی تاب نہ تھی سارے دن برف پڑتی رہی اور بغا کے اس مصیبت زدہ لشکر کی یہ حالت تھی کہ پینے اور گھوڑون کے پلانے کے لیے کسی کو پانی بھی نہ نصیب ہوا اسی مصیبت مین تیسرا دن ہوا۔ اور خستہ حال سپاہیون نے بغا سے کہا "اب نہ ہمارے پاس کھانا ہے نہ دانہ نہ چارہ۔ اور سردی و برف باری کا یہ حال ہے۔ لیکن

چاہیے جو کچھ ہو اب بھی اسی حال مین یہان پڑا رہنا غیر ممکن ہے۔ خدا کا نام لے کے اُٹھیے اور دشمن پر حملہ کیجیے۔ یا واپس چلیے۔ بہر حال کچھ کرنا چاہیے۔"

بغا نے مجبوراً پہاڑی سے اترنا شروع کیا اور یہ خیال کر کے کہ بذ کے پھاٹک کے سامنے خود سپہ سالار افشین خیمہ زن ہو گئے۔ اسی طرف چلا تاکہ دونون مل کے بذ پر یورش کر دین۔ پہاڑی کے نیچے پہونچا تو یہ دیکھ کے حیرت ہو گئی کہ آسمان صاف ہے اور برف و باران کا نام و نشان بھی نہین۔ خدا کی اس عنایت پر خوش ہوا۔ اور بڑے زور و شور سے طبل جنگ بجاتا ہوا بذ کی طرف چلا۔ مگر اس کے پھاٹک تک پہونچ کے دیکھا تو افشین اور اُس کے لشکر کا کہین پتہ نہین اور خرابی یہ ہوئی کہ آج ہی صبح کو بابک خرمی نے ایک بڑے زبردست لشکر کے ساتھ نکل کے افشین پر حملہ کیا۔ افشین نے جم کے مقابلہ کیا لیکن اثنائے جنگ مین دیکھا کہ داہنے بائین ہر طرف سے یکا یک بابکیون کی نئی فوجین نکل پڑتی ہین گویا زمین اُگل رہی ہے۔ اس کے مقابل افشین نے اپنے سپاہیون کو دیکھا تو نہایت ہی بد حواس اور شکستہ خاطر پایا۔ یہ دیکھتے ہی اُس نے مجبوراً پیچھے ہٹنا شروع کیا۔ اُسے دیکھ کے حوصلہ مند بابکیون نے حملے پر حملے شروع کر دیے۔ اور آخر افشین اور اس کے لشکر کو کئی میل پیچھے ہٹا کے واپس گئے۔ اس لیے کہ اب افشین کا لشکر ایک ایسی گھاٹی مین پہونچ گیا تھا جہان قدم جما کے وہ اطمینان اور مضبوطی سے مقابلہ کر سکتے تھے۔ یہ دیکھ کر بابکی واپس چلے۔ اور افشین موقع پا کے اپنی لشکرگاہ مین پہونچ گیا۔

اسی اثنا مین جب بغا طبل بجاتا ہوا بذ کے قریب پہونچا تو حسب اتفاق اُس کے مقدمۃ الجیش کا سردار قلعۂ شاہی کے حاکم ابن بعیث کا ایک غلام تھا اُس نے شہر بذ کے باہر ایک بابکیہ عورت کو دیکھا جو قریب آئی اور پوچھا "تم یہان کس لیے آ رہے ہو؟" اُس نے کہا "مین سردار بغا کے مقدمۃ الجیش کا سردار ہون۔ وہ آتے ہین کہ تمھارے شہر پر دھاوا کرین۔" عورت نے کہا "اس دھوکے مین نہ رہنا۔ اپنے سردار سے کہو کہ فوراً واپس جائین ورنہ سخت مصیبت مین مبتلا ہو جائین گے ابھی تھوڑی دیر ہوئی تمھارے سردار اعظم

افشین کو بابکیوں بڑی زبردست شکست دی۔ اور ان کے پیچھے پیچھے تعاقب کرتے ہوئے گئے ہیں۔ اُن کے واپس آتے ہی ادھر سے تم پر وہ حملہ کر دیں گے اور ادھر شہر سے دوسرا لشکر نکل پڑے گا۔ پھر تم دونوں میں گھر کے بالکل تباہ ہو جاؤ گے"

غلام" اور اے خاتون تم کون ہو کہ ہمارے حال پر ایسا احسان کیا؟"

عورت" میں کوئی ہوں تمھیں کیا غرض؟ اس نازک گھڑی میں تم اپنی فکر کرو میری فکر کرنے کا وقت نہیں ہے"

غلام نے فوراً واپس جا کے بغا کو اس واقعے کی خبر کی۔ وہ سُن کے بہت پریشان ہوا۔ اور ہمراہی سرداران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا کہ ایسی حالت میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟ ایک نے کہا "ہمیں تو یہ مکر و فریب معلوم ہوتا ہے" دوسرا بولا "اگر ایسا ہے تو اس کی تصدیق دم بھر میں ہو سکتی ہے۔ سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کے دیکھیے۔ اگر سردار افشین اپنی جگہ سے نہیں ہٹے ہیں تو اُن کا پڑاؤ وہاں سے صاف نظر آئے گا" بغا نے اُس پہاڑی پر چڑھ کے دیکھا اور معلوم ہوا کہ میدان خالی ہے۔ افشین کے لشکر کا کہیں پتہ نہیں۔ سب کے حواس جاتے رہے اور یہ رائے قرار پائی کہ اب واپس چلنا چاہیے۔ چنانچہ فوراً کوچ کر دیا گیا۔ اور سب تیزی سے لپکتے ہوئے چلے اور جس راستے سے آئے تھے اُسے چھوڑ دیا۔ اس لیے کہ اُس میں تنگ و تاریک گھاٹیاں زیادہ پڑتی تھیں۔ اور بعوض اُس راستے کے بغا قلعہ شتادسر کے گرد چکر کھاتا ہوا چلا۔

لیکن بغا کی فوج والے اس قدر پریشان اور خستہ ہو رہے تھے کہ قدم اُٹھانا دشوار تھا۔ بعض نے عاجز آ کے صاف کہہ دیا کہ "اب ہم سے نہیں چلا جاتا"! اس پر قیامت یہ ہوئی کہ ذرا فاصلے پر دس بابکی سوار نظر آئے جو پیچھے پیچھے لگے چلے آتے تھے۔ اُن کو بغا نے دیکھ کے اپنے دوستوں سے کہا "مجھے اِن لوگوں سے اندیشہ ہے۔ ایسا نہ ہو یہ ہمارے کوچ میں خلل انداز ہوں۔ اور اپنے ساتھیوں کو بلا کے ہمیں کسی گھاٹی میں گھیر لیں"۔ بغا کے

بھائی فضیل نے کہا اصل میں یہ لوگ ڈاکو اور لٹیرے ہیں۔ رات کو شیر ہوتے ہیں اور دن کو بھیڑ۔ بہتر یہ ہوتا کہ جلدی جلدی کوچ کر کے ہم رات سے پہلے ہی اُس گھاٹی سے گزر جاتے جو آگے آئے گی۔ مگر دوسرے لوگوں نے جن کے ہاتھ پاؤں رہ گئے تھے اصرار کے ساتھ کہا۔ کہ ہم میں اب چلنے کی تاب نہیں ہے۔ سپاہیوں نے بیدم ہو کے ناتوانی سے ہتھیار پھینک پھینک دیے جو پیچھے باربرداری کے خچروں پر رکھوا دیے گئے ہیں۔ اُن خچروں کے ساتھ کوئی فوج نہیں ہے اگر ہم آگے بڑھ گئے تو دشمن آسانی سے حملہ کر کے قبضہ کر لیں گے۔ اس کے سوا بابک کے مرشد کا بیٹا اور بابکیوں کا سب سے بڑا سرغنا ابن جاویدان جسے کل ہم نے گرفتار کر لیا تھا وہ بھی باربرداری کے خچروں کے ساتھ ہے اگر بابکی اُسے چھڑا لے گئے تو ہمارا سارا رعب خاک میں مل جائے گا۔ لہذا بجائے کوچ کے یہیں کہیں پڑاؤ ڈال کے ٹھہر جانا چاہیے۔ بغا اس کے خلاف تھا مگر کثرت رائے دیکھ کے آمادہ ہو گیا۔ اور ایک بلند اور صاف ٹیلے پر پڑاؤ ڈال کے ٹھہر گیا۔ فوج والے یونہیں بیدم ہو رہے تھے۔ اس پر یہ مصیبت پڑی کہ زاد راہ صرف ہو چکا تھا۔ کھانا نہ ملنے سے ہاتھ پاؤں میں تھوڑی بہت سکت جو باقی تھی وہ بھی نہ رہی۔ لیکن خیر چھولداریاں کھڑی کیں۔ بچھونے بچھا کے لیٹے اور پہاڑی کے ڈھال پر چاروں طرف پہرہ مقرر کر دیا کہ ذرا بھی کھٹکا ہو تو سب کو ہوشیار کر دیں۔

ناگہاں معلوم ہوا کہ اُن کی پشت کی جانب سے بابک خرمی آ پہنچا اُسکی فوج نے آناً فاناً میں چاروں طرف سے پہاڑی کو گھیر لیا۔ اور لڑائی چھڑ گئی۔ بغا فوراً گھوڑے پر سوار ہو کے مقابل ہوا۔ مگر اس کے ہمراہیوں میں مقابلے کی طاقت نہ تھی۔ سرداران فوج میں سے فضیل بن کاوس ایسا زخمی ہوا کہ لڑائی کے کام کا نہ رہا۔ جناح سکری۔ اور ابن جوشن مارے گئے دو ایک بہادر افسر گرفتار ہو گئے۔ اور سپاہی جانیں لے لے کے بھاگے۔ بغا نے ہزار کوشش کی کہ اُنھیں روکے مگر روک نہ سکا۔ آخر وہ بھی میدان چھوڑ کے بھاگا۔ اور مشکلوں سے اپنی پہلی

لشکرگاہ مین پہونچا۔ غنیمت یہ ہوا کہ بابکی فتح پاتے ہی لوٹ مار مین مصروف ہوگئے۔ خیمے ڈیرے سارا مال و اسباب اسلحہ و سامان جنگ اور بہت سے قیدی اُن کے قبضے مین آئے۔ خصوصًا جب جاویدان کا بیٹا بھی زندہ مل گیا تو اُن کی خوشی کی کوئی حد نہ تھی۔ اور مارے خوشی کے اُنھون نے تعاقب کا ارادہ نہ کیا۔ ورنہ بغا کیا معنے کوئی بھی زندہ بچ کے نہ آتا۔ افشین کو جب اس شکست کا حال معلوم ہوا تو بڑا صدمہ ہوا۔ مگر مجبور تھا۔ اب اُس کی یہ رائے قرار پائی کہ ان پہاڑیون مین اور ایسے پیچیدہ کوہستان مین ہوشیار بابکیون پر قابو پانا غیر ممکن ہے۔ لہذا بجاے زبردست حملہ کرنے کے اُن کو گھیرنا اور اُن کی قوت توڑنے کی دوسری تدبیرین کرنا چاہیے۔ موسم سرما بھی شروع ہو گیا تھا۔ اور تمام پہاڑ اور میدان برف سے سفید ہو رہے تھے۔ لہذا اُس نے حملہ آوری کی کارروائی بالکل روک دی۔ اپنے پڑاؤ مین ٹھہر گیا اور بغا کو حکم دیا کہ تم مراغہ مین چلے جاؤ۔ اور اُس جانب سے بابک کا راستہ روکو۔

آٹھوان باب

مراغہ کا قتل عام

اب بغا مراغہ مین ہے۔ اور قلعہ بذ کی شمالی و مغربی سڑکون کی ناکہ بندی کیے ہوئے ہے۔ بابک کے لشکر مین یہ خبر پہونچی تو لوگون مین تشویش پیدا ہوئی۔ اس لیے کہ غلے اور رسد کا سامان بابکیون کے پاس مراغہ ہی سے پہونچ رہا تھا۔ ہم مذہبون کو پریشان دیکھ کے بابک کا بہت بڑا ہوا خواہ سپہ سالار طرخان اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور زمین بوس ہو کے عرض کیا۔ اگر حضور یزدان مظہر مجھے اجازت دین تو مین مراغہ مین جا کے بغا کا سارا انتظام درہم برہم کر دون۔ میرا وطن وہین ہے۔ اور شہر مراغہ سے تھوڑے فاصلے پر ایک گاؤن مین رہتا ہون۔ جہان کے اکثر لوگ میرے طرفدار ہین۔ دس ہی بارہ روز کے اندر وہان مین ایک بہت

بڑا گروہ تیار کر لون گا۔ اور وعدہ کرتا ہون کہ آپ کے علاقے کی شمالی سرحد پر بغا نے جو مکاری کا جال تن رکھا ہے۔ اُسے دم بھر مین مکڑی کے جالے کی طرح توڑ کے رکھ دون گا"! بابک نے خوشی سے اجازت دی اور وہ چند رفیقون اور غلامون کو ساتھ لے کے تاجر مسافرون کے بھیس مین مراغہ کی طرف روانہ ہوا۔

پہلے چند روز تک خاص مراغہ مین ٹھہر کے پتہ لگایا کہ بغا کیا کر رہا ہے۔ یہان وہ تقیہ کیے ہوے تھا۔ اپنے آپ کو نہایت ہی دیندار اور پابند شرع مسلمان ظاہر کر کے معزز مسلمانون سے ملتا تھا۔ شرفا سے مراغہ کو دعوتین کر کے اپنے ہان بلاتا۔ اور باتون باتون مین اُن سے حالات دریافت کرتا تھا۔ آخر اُسے بغا کی تمام کارروائیان معلوم ہو گئین اور اپنے گاؤن مین پہونچا جو مراغہ سے دس میل پر تھا۔ یہان کے اکثر لوگ پہلے ہی سے اُس کے موافق تھے جو خلاف تھے اُن کو بھی لوٹ مار اور حصول دولت کا لالچ دلا کے اپنے موافق کر لیا۔ اور چپکے ہی چپکے پاس پڑوس کے گاؤن مین اپنا اثر ڈال کے دس ہزار کے قریب فوج جمع کر لی۔

اب طرخان نے ارادہ کیا کہ اس زبردست لشکر کے ساتھ ایک دن ناگہان مراغہ پر جا پڑے۔ اور بغا اور وہان کے والی کو قتل کر کے اس علاقے مین اپنا سکہ بٹھا دے۔ لیکن یہ منصوبہ ابھی اُس کے دل مین تھا کسی ہمراہی کو اس کی خبر نہ تھی۔ جو غلام اور رفقا بذ سے اُس کے ہمراہ آئے تھے ایک دن خلوت مین اُن کو جمع کر کے کہا "یہان مین اگرچہ خوش و خرم اور اپنے وطن مین ہون۔ اور ایسے ایسے پُرانے دوست موجود ہین جو بچپن مین ساتھ کھیلے ہین۔ اور بہت سے قریبی رشتہ دار بھی ہین مگر جو بھروسا مجھے آپ صاحبون پر ہے یہان کے کسی شخص پر نہین۔ ان لوگون کو دو سال پہلے مین نے اپنا ہمدم و ہمراز اور ہم مذہب و ہم خیال بنا لیا تھا مگر میرے ہٹتے ہی سب نے مجھے چھوڑ دیا اور نئے والی مراغہ کے دوست بن کے ہمارے ہم مذہبون پر ظلم و جور کرنے لگے۔

اُن سے کام ضرور لون گا مگر اُن کو ہمراز بنانے کے قابل نہین سمجھتا۔ کیون ہرمزیار؟ تمھاری کیا راے ہے؟"

ہرمزیار۔ (جو بذ سے اُس کے ساتھ آیا تھا۔ اور گو کہ بابک سے کسی قدر بدعقیدہ تھا مگر اُس کا بڑا جان باز رفیق تھا) "آپ اِن لوگون مین سے کسی پر بھروسا کیجیے۔ اور انھین پر کیا موقوف ہے مین تو کہتا ہون آپ کسی بابکی پر بھروسا نہ کرین"

طرخان۔ (ہنس کے) "اتنی آزادی اچھی نہین ہوتی۔ تم ہمیشہ بیباکی سے ایسی باتین زبان سے نکال بیٹھتے ہو۔ مگر سب تمھارے سے نہین ہو سکتے۔ ہمارے ساتھ ہمارے خوبصورت دوست فرخ چہر بھی ہین جو عصمت کے ساتھ گئے تھے۔ اور محض اپنی دانائی و لیاقت سے محمد بن بعیث کے خون آلود ہاتھون اور اُس کے دغابازی کے خنجر سے بچ کے چلے آئے۔ یہ غالباً میرے ہمراز تو خوشی سے بن جائین گے مگر تمھاری اِن بیدینی کی گستاخیون کو نہین گوارا کر سکتے"

فرخ چہر۔ مین آپ کا غلام ہون۔ مگر ہرمزیار کا بھی دوست ہون اور خوب جانتا ہون کہ یہ راست باز اور سچے دوست ہین۔ آپ کو جو راے دین گے سچی اور نیک نیتی سے ہو گی۔ اور بابکیون پر جو انھین اعتراض ہے یہ بھی فقط اس سبب سے ہے کہ یہ سچے بابکی ہین آپ بھی تو بابکیون کی حالت دیکھ رہے ہین کہ جب عربون کا ... اُن کا کلمہ پڑھنے لگتے ہین۔ اور جب حض... کے معتقد و پیرو بن جاتے ہین۔ ایسے لوگون ...

ہرمزیار۔ ابھی مین تو آپ سے یہ کہتا ... منظر کا ساتھ دینے مین بھی آپ اپنی مصلحتو ... سے بطور راز کے کہتا ہون کہ آپ اور حضرت با... دن ہونا ہی ہے کہ بغداد کا لشکر ہماری ساری قوت کو بیخ و بن سے اُکھاڑ کے پھینک دے گا۔ بڑے بڑے لوگ قومی جھنڈے بلند کر کے

دیکھ چکے کہ عربون سے لڑنے کا کیا انجام ہوتا ہے۔ میرے نزدیک آپ اپنی فکر کرین۔ اور سوچ رکھین کہ جس وقت بذ کو افشین فتح کرے گا آپ بھاگ کے کہان جائین گے ؟"

طرخان: "ہرمزیار، میرے صفحۂ دل پہ جو کچھ لکھا تھا اُسے تم نے پڑھ لیا۔ اسی مصلحت سے میرا ارادہ ہے کہ مراغہ کو اپنے قبضے مین کر لون اور جب تک آپ کی اختر عروج پہ ہے حضرت بابک کا ساتھ دون مگر جیسے ہی وہان کا رنگ بگڑتا دیکھون اُس علاقے مین آ کے اطمینان سے بیٹھ رہون۔"

ہرمزیار: "یہی میری راے بھی ہے۔"

فرخ چہر: "مگر یہ اطمینان ہے کہ حضرت بابک کے مغلوب ہو جانے کے بعد آپ یہان آزادی سے بیٹھ سکین گے ؟"

طرخان: "مین ان سب پہلوؤن پر نظر ڈال چکا ہون۔ اگر عربی لشکر نے ادھر کا رخ کیا تو چند روز مقابلہ کر کے اور اپنی قوت کا پورا ثبوت دینے کے بعد مین اس شرط پہ مسلمانون اور خلافت اسلامی کا دوست بن جاؤن گا کہ مین ہی مراغہ کا فرمان روا رکھا جاؤن۔ اس کو عربون نے مان لیا تو بہتر۔ اور نہ مانا تو بھاگ کے کوہ قاف کے اُدھر ہو رہون گا جہان عربون کا گزر نہین ہے۔"

فرخ چہر: "اس مین تو زیادہ ناکامی کا اندیشہ ہے۔ ایسا نہ کیجیے کہ ہر طرح آپ ہی کی جیت ہو ؟"

طرخان: "ایسی جو صورت تمھارے خیال مین ہو بیان کرو۔"

فرخ چہر: "ایسا نہ ہو کہ آپ کہین عرب تھا عربون کی سی کہہ گیا۔"

طرخان: "نہ مین ایسا تنگ خیال ہون اور نہ ایسا بیوقوف کہ اپنے نفع و ضرر کو نہ سمجھون۔ مین تمھین سچا اور عقلمند جانتا ہون۔ اور مجھے یقین ہے کہ تم اگرچہ عرب ہو مگر میرے خیر خواہ ہو۔ اور یہ نہ ہوتا تو مین تمھین اپنے ساتھ کیون لاتا ؟ اب کی مرتبہ جب تم قلعہ شاہی سے آئے ہو تو لوگون کو شبہ ہوا تھا کہ تم ابن مغیث سے مل گئے۔ مگر مین نے اس کو ہرگز باور نہ کیا۔ اور

بھیجین اپنے ساتھ لے لیا کہ تمھاری آزادی بہادری اور عقلمندی سے فائدہ اٹھاؤن"

فرخ جہر: "ابن بعیث کے ہاتھ سے بچنے کا سبب یہ ہوا کہ شراب کا پینا اگرچہ بڑے ثواب کا کام ہے۔ مگر مجھے وہ نقصان کرتی ہے۔ اس وجہ سے مین نے نہ پی۔ اور ہوشیار رہا۔ جب دعوت مین اُس نے سب کو پلا پلا کے مدہوش کیا۔ اور آخری جام حضرت عصمت مرحوم کے ہاتھ مین دیا جس کے پیتے ہی وہ گر کے بے ہوش ہو گئے۔ تو مجھے نظر آیا کہ ہم سب جال مین پھنس گئے فوراً اُس کی آنکھ بچا کے کمرے سے نکلا۔ اور دروازے پر یہ ظاہر کر کے کہ ابن بعیث کے حکم سے اپنے اور ساتھیون کو بلانے جاتا ہون محل کے باہر ہو گیا۔ مگر قریب ہی ایک گلی مین کھڑا ہو رہا کہ دیکھون کیا ہوتا ہے۔ تھوڑی ہی دیر مین کیا دیکھتا ہون کہ لوگ عصمت اور اُن کے رفقا کو زنجیرون مین جکڑے بیرحمی سے مارتے ہوے لیے جاتے ہین چپکے سے اُن کے پیچھے ہو لیا۔ اور اُس تہ خانے کے قید خانے کو دیکھا جس مین وہ بند کیے گئے۔ اب مین قلعے کے اندر کی سنسان اور تیرہ و تار گلیون مین پھر رہا تھا۔ اور نہین جانتا تھا کہ کہان جاتا ہون کہ یکایک قسمت نے پھاٹک تک پہونچا دیا۔ اتفاقاً اس وقت ہزار دو ہزار سوار اور پیدل قلعے سے باہر نکل رہے تھے اُن کے ساتھ مین بھی باہر نکلا وہان دیکھا کہ قلعے والے ہمارے مفرور رفیقون کا مال و اسباب لوٹ رہے ہین۔ اور سوارون نے ہمارے ساتھیون کا تعاقب کیا۔ اندھیری رات تھی مین ایک کھائی مین جا کے چھپ رہا۔ پھر جب اطمینان ہوا تو گرتا پڑتا بذ مین آیا کہ حضرت بابک کے حکم سے ایک زبردست لشکر لے جا کے ابن البعیث کو اس کی دغابازی کا مزہ چکھاؤن۔ اور یہان جب بجھے اور کسی مین اتنا حوصلہ نہ نظر آیا تو آپ سے عرض کیا"

طرخان: "ہان تم نے مجھ سے خواہش کی تھی کہ قلعہ شاہی پر حملہ کرنے کے لیے چلون۔ مجھے تمھارے کہنے کا پورا یقین آ گیا تھا۔ اور مین چلتا مگر افسوس افشین بلاے ناگہان کی طرح آ پہونچا۔ اور حضرت بابک نے تم نہاوند کو بذ مین ٹھہرنے کا حکم دیا۔ اس پر بھی مجھے تمھاری یہ کار گذاری اس قدر پسند آئی تھی کہ حضرت بابک سے اجازت حاصل کر کے

تم کو اپنی رفاقت مین رکھ لیا۔ خیر اب اِن باتون کو چھوڑ دو۔ اور جو بابک سے کہتے تھے کہو"

فرخ چہر" مجھے تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آپ اسی وقت مرآغر پر قبضہ کر لین اور اُس کے بعد ہی خلافت کے دوست بن کے بابک سے الگ ہو جائین اس وفاداری کے صلے مین آپ کو مستقل طور پر یہان کی حکومت مل جائے گی"

طرخان" لیکن مجھے قطعی یقین نہین ہے کہ حضرت بابک کو ناکامی ہوگی۔ اس صورت مین اگر انھین فتح ہو گئی جس کی ہم سب کو امید ہے تو حضرت بابک میرے استیصال کے درپے ہو جائین گے؟ اس وقت خلیفہ بغداد مجھے بابک کے پنجے سے ہرگز نہ چھڑا سکے گا۔ وہ دور ہے۔ اُس کی فوج مدتون مین یہان پہونچتی ہے۔ اور جب تک اُس کی مدد آئے آئے بابک کے پُرجوش سپاہی مجھے فنا کر دین گے"

فرخ چہر" اس صورت مین یہ بہت آسان ہوگا کہ آپ چند روز کے لیے بھاگ کے بغداد مین چلے جائین۔ اور وہان سے زبردست لشکر لا کے بابک کو زیر کرین"

طرخان" نہین۔ مجھے اس مین خطرے نظر آتے ہین۔ ہرمزیار تمھاری کیا رائے ہے"

ہرمزیار" مین حضرت بابک کا ساتھ چھوڑنے کی تو رائے نہ دون گا۔ مگر انجام مین اُن کے کامیاب ہونے کی مجھے امید بالکل نہین ہے"

طرخان" مگر ایک اور بات بھی ہے۔ جس کی وجہ سے مین بابک سے نہین بگاڑ سکتا۔ اس بات کو آج تک مین نے چھپایا تھا۔ مگر تم پر ظاہر کیے دیتا ہون حضرت بابک کے پاس ایک طرحدار عربیہ کنیز ہے ریحانہ اور وہ اُس پہ فریفتہ مین اُس کے راضی کرنے کی روزانہ کوشش کی جاتی ہے۔ مگر وہ کسی طرح نہین مانتی مین نے جس روز اُسے دیکھا اُس کی نگاہ غلط انداز کا ایک ایسا تیر میرے کلیجے پر پڑ گیا کہ آج تک کلیجہ تڑپے پھرتا ہون اور کسی حال پہ قرار نہین آتا۔ اگر اُس نے ہمارے آقا بابک کی خواہش کو کسی طرح منظور نہ کیا

تو پھر اُسے مین مانگ لون گا۔"
فرخ چہر "اور اگر وہ آپ سے بھی راضی نہ ہوئی تو؟"
طرخان "مین اُسے زبردستی راضی کرون گا۔"
فرخ چہر "یہ تو ہمارے کیش و آئین کے خلاف ہے۔"
طرخان "ہوا کرے مین اس معاملے مین بابک کی پیروی نہین کرتا۔ ہم لوگ خرمی ہین۔ اور ہمارا کام ہے کہ جس طرح بنے اپنا دل خوش کرین۔ بابک پاک نہاد تو بغیر راضی کیے کسی مہ جبین کو اپنا بنانے مین مسرت نہین کرتی تو نہ ہو۔ ہمین ہوتی ہے ہم خواہ مخواہ اپنے دل پر کیون جبر کرین؟"
ہرمز یار "اور سچ پوچھیے تو ہم سب کا یہی طریقہ ہے۔ اور حضرت بابک بھی اگرچہ بظاہر اس پر عمل نہین کرتے ہین۔ اور کسی کو صاف لفظون مین اس کی اجازت نہین دیتے مگر عملاً اُنھون نے ہم سب کو اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ ہر فتح اور ہر حملے مین جو جوان اور حسین عورتین پکڑی جاتی ہین وہ بلالحاظ اس کے کہ راضی ہین یا نہین۔ بابکی سوارون مین تقسیم کر دی جاتی ہین اور سب اُنھین بلا تامل تصرف مین لاتے ہین۔ اگر جائز نہ ہوتا تو حضرت بابک اس کو منع کرتے؟"
طرخان "بیشک جائز ہے۔ اور جائز نہ ہو تو پھر ہم خرمی کیسے؟ لیکن فرخ چہر مین چاہتا تھا کہ یہ ظاہر الگ رہتا۔ اگر تم اس نازنین کو کسی طرح مجھ تک پہونچا دیتے تو تمھارا غلام ہو جاتا۔"
فرخ چہر "مین خدمت کو حاضر ہون۔ مگر بدر مین اور وہ بھی حضرت بابک کی حرم مین میری رسائی کیونکر ہوگی؟ ہزار کچھ ہو پھر بھی مین ایک اسیر شاہ غلام ہوان۔ ہرمز یار کو البتہ مجھ سے زیادہ کامیابی ہو سکتی ہے۔"
ہرمز یار "مجھے جانے مین تو تامل نہین لیکن یہ سمجھ لیجیے کہ اگر حضرت بابک نے اُسے نہ چھوڑا تو مین اپنے دوستون کی مدد سے اُس سے چرا لاؤن گا۔ پھر آپ یہ نہ فرمائین کہ خود اپنے مقتدا کے ساتھ دغابازی کی۔"
طرخان "ہرگز نہ کہون گا۔ بلکہ تمھاری مدد کرون گا۔ لیکن اس خوبی سے

لانا کہ سارے بذ مین کسی کو خبر نہ ہو؟"

فرخ چہر: "ہان ہرمزیار اُدھر جا کے یہ کارروائی کرین۔ اور آپ اپنی فوج کے ساتھ چل کے مراغہ پر قبضہ کر لین۔ وہان مین نے سنا ہے افشین کی طرف سے بغا کبیر آیا ہے اور لوگون کو آپ کے خلاف بنا رہا ہے۔"

طرخان: "تب تو ہمین فوراً اس شہر کو اُس کے اثر سے بچانا چاہیے۔ مراغہ ہی کا علاقہ ایسا مقام ہے جس مین سے ہو کے ہم کسی امن و امان کے مقام مین پہونچ سکتے ہین۔ اگر ہمارے یہ پہاڑ اور بذ کا علاقہ گھر گیا تو حضرت بابک اور ہم سب لوگ اُسی طرف سے بھاگ کے کوہ قاف کے اس پار نکل جا سکتے ہین۔"

فرخ چہر: "اور افشین کو اکثر رسد بھی مراغہ سے پہونچتی رہی ہے۔"

طرخان: "بہرحال ہمین اس ملک پر قبضہ کر لینا چاہیے مصلحت ہو گی تو بابک کی قوت کے ٹوٹتے ہی مین المعتصم کا وفادار دوست بن کے یہان کا والی بن جاؤن گا۔ جب تک یہ لڑائی جاری ہے افشین کے پاس یہان سے مدد نہ پہونچنے دون گا۔ اور پھر حضرت بابک اور اُن کے دوستون کے لیے ضرورت کے وقت اطمینان سے بھاگ جانے کا راستہ بھی کھلا رکھون گا۔ ہرمزیار تم میری ماہ طلعت رعنا کو لے آؤ۔ اور کیا اچھا ہو۔ کہ جس دن مین فتحیاب ہو کے مراغہ کے خوبصورت اور عالیشان قصر مین داخل ہوتا۔ اُسی دن میری یہ حسین معشوقہ بھی تمھاری کوشش سے وہان آ جائے۔ پھر مجھے عقلمندی کے ساتھ اُس ماہ طلعت کا وصال بھی نصیب ہوتا۔ اِن دونون خوشیون پر ہم سب ساتھ بیٹھ کے جام عیش پیتے اور سارے موسم سرما مین جشن مناتے رہتے۔"

ہرمزیار: "مین کوشش کر دون گا کہ آپ کی دونون تمنائین ایک ساتھ پوری ہون۔" یہ کہہ کے ہرمزیار چلا گیا۔ اور صحبت بھی ختم ہو گئی۔"

نوان باب

جیسا کیا ویسا پایا

دوسرے ہی دن سے وحشت زدہ طرخان فرخ چہر سے مراغہ پر قبضہ کرنے

کے بارے مین مشورہ کرنے لگا۔ آخر دونون نے اتفاق کیا کہ اُس برف و باران کے زمانے مین علانیہ لڑائی چھیڑنا بے سود ہوگا۔ بہتر یہ ہو کہ آپ چپکے چپکے یہان کے لوگون کو حملے کے لیے تیار کرین۔ اور ایک ہزار بہادرون کو چھانٹ لین جو آخر تک بہادری سے ہمارا ساتھ دین۔ یہ بند و بست جب اطمینان کے قابل ہو جائے تو ایک رات کو ہم سب خاموشی کے ساتھ کوچ کر کے جائین اور ناگہان مراغہ پہ جا پڑین وہان کے والی اور نقبا کو گرفتار کر لین۔ اور شہر پہ قبضہ کر کے سارے ملک کو اپنے موافق بنا لین"۔

طرخان نے دوسرے ہی دن سے لوگون کو موافق بنانا شروع کیا۔ دن دن بھر فوجی فنون کی مشق ہوتی نیزہ بازی و شمشیر زنی کی مہارت بڑھائی جاتی اچھے اچھے تنومند جوان چھانٹ کے دوست بنائے جاتے انعام و اکرام سے اُن کے دل ہاتھ مین لیے جاتے اور اُن سے ربط و ضبط بڑھایا جاتا۔ مگر رات کو طرخان فرخ اور اور دو چار آدمی بیٹھ کے مشورے کرتے۔ اور سوچا جاتا کہ یہان سے کب کس وقت اور کس شان سے چلین گے وہان پہونچ کے کیونکر حملہ کرین گے شہر مین داخل ہونے کے بعد وہان کی رعایا کے ساتھ کیا سلوک کرین گے؟ اور کیونکر سارے ملک پر اپنا رعب بٹھا لین گے۔

آخر حملے کے لیے دن بھی قرار پا گیا۔ جو تمام لوگون سے مخفی رکھا گیا اور روز مقررہ کے آتے ہی ایک ہزار منتخب اور باضابطہ لشکر اور دو ہزار دیہاتی ہنگامہ آرائون کو ساتھ لے کے طرخان اور فرخ چہر آدھی رات کو روانہ ہوئے صبح سے پہلے ہی مراغہ کے قریب پہونچ گئے۔ یہ لوگ ایک وادی مین ٹھہر گئے۔ جہان سے مراغہ میل ڈیڑھ میل کی مسافت پر تھا۔ مگر اُن مین سے پانچ سو سپاہی خود طرخان کی سرداری مین اس طرح شہر کی دیوارون کے نیچے گئے کہ کسی نے اُن کے قدمون کی چاپ سُنی۔ اور نہ کسی کو اُن کی آہٹ معلوم ہوئی یہ سب صبح تک شہر کی دیوار سے لپٹے بیٹھے رہے۔ اور ایسی خاموشی کے ساتھ کہ کسی سانس بھی نہ سنی جاتی تھی تڑکے شہر کے اندر مؤذنون نے اذانین دین! در حسب معمول پھاٹک کھلا۔ اُسے کھلے چند ہی منٹ ہوئے ہون گے کہ طرخان دس ہمراہی

سواروں کے ساتھ پھاٹک مین داخل ہوا۔ دربان قاعدے کے مطابق قریب آئے اور پوچھا "تم کون لوگ ہو۔ اور کہان سے آئے ہو؟"

طرخان "مین حضرت بابک خرمی کا سفیر ہون والی مراغہ کے پاس آیا ہون"

دربان "تو ابھی شہر کے باہر ٹھہریے۔ جب حضور عالی کی اجازت ہو تب اندر جائیے گا" اب طرخان کے ہمراہی پانچ سو سوارون نے پھاٹک کے اندر اور باہر بھیڑ لگا دی۔ اور طرخان نے دربان سے دعوے اور بے پروائی کے لہجے مین کہا "ہم شہر پناہ کے باہر پڑے رہنے کے لیے نہین آئے ہین"

دربان (آگے بڑھ کے اور راستہ روک کے) "تم کوئی ہو بے اجازت اندر نہین جا سکتے" یہ کہہ کے اُس نے اپنے دس رفیقون کو بلایا جو صبح تک پھاٹک کی نگہبانی کیا کرتے تھے لیکن قبل اس کے کہ کوئی اور قریب آ سکے طرخان نے دربان کے سینے پر اس زور سے نیزہ مارا کہ انی پیٹھ سے نکل کے چمکی اور دل کے چھد جانے کے باعث وہ اُس جگہ گر کے ڈھیر ہو گیا اُس کے ساتھیون نے جو یہ انجام دیکھا تو اپنی جانین لے کے بھاگے۔ اور طرخان نے زور و شور سے ایک نعرۂ فتح بلند کر کے اُن کا تعاقب کیا۔ اور ساتھ ہی اُس کے پانچ سو رفیق فتح و نصرت کے نعرے لگاتے ہوئے شہر مین گھس پڑے۔ ان کا شور اُن سپاہیون نے سنا جو ذرا فاصلے پہ ٹھہر گئے تھے۔ فرخ چہر نے سابق کی قرارداد کے مطابق اُنھین منہ اندھیرے ہی تیار کر رکھا تھا۔ اپنے ساتھیون کے نعرہاے جوش سُن کے وہ سب بھی دوڑ کے شہر مین داخل ہو گئے۔ اور سارے شہر مین قتل عام ہونے لگا۔

ان لوگون کے ناگہان آ پڑنے سے والی کے حواس جاتے رہے اور اس کے تمام ہمراہیون نے ساتھ چھوڑ دیا۔ طرخان جب قتل عام کرتا ہوا اُس کے محل پہ پہونچا تو وہ بھاگ چکا تھا۔ اُس نے جاتے ہی قصر امارت پہ قبضہ کر لیا اور اُس کے بالاخانے پہ تلوار کھینچ کے کھڑا ہو گیا۔ جس مین یہ اشارہ تھا کہ جب تک یہ تلوار کھنچی ہے۔ شہر مین قتل و غارت کا سلسلہ نہ موقوف ہو۔ دوپہر تک شہر کے اکثر جوان لوگ قتل ہو گئے۔ اور ہزارون عورتین اور لڑکے رسیون مین

مین باندھ کے محل کے نیچے جمع کیے گئے۔ اور انھین کے قریب میدان میں
لوٹ مار کا مال لا لا کے ڈھیر کیا جا رہا تھا۔

اب دوپہر ہونے کو آئی تھی اور شہر کی مہریون مین خون بہ رہا تھا کہ فرخ چہر
نے طرخان کے پاس جا کے کہا "اب خون ریزی موقوف کیجیے۔ شہر فتح
جتنے لوگ لڑنے کے قابل تھے قتل ہو گئے۔ اور جتنے باقی ہین پناہ اور
امان مانگ رہے ہین"

طرخان:- اگرچہ خونریزی سے میرا دل ابھی سیر نہین ہوا۔ مگر تمھاری خاطر
سے مین امان دیتا ہون" یہ کہہ کے تلوار میان مین کر لی۔ اور سپاہ مین
ہر طرف امان امان کا غل ہوا۔ اور لوگ دوڑ دوڑ کے وحشی باغیون
کو قتل و غارت سے روکنے لگے۔

امان دینے کے بعد طرخان غرور و تمکنت سے نیچے اترا۔ مال غنیمت کو
غور سے دیکھا اور جانچا۔ پھر اسیر شدہ عورتون کو گھور گھور کے دیکھا اور فرخ چہر
کیطرف دیکھ کے کہا "ان مین بہت اچھی اچھی طرحدار پریجمالین ہین۔ مین نہین جانتا
تھا کہ کوہ قاف اور گرجستان کے حسن کا نمونہ مراغہ مین بھی نظر آ سکتا ہے۔ مگر
آہ ان مین سے کوئی حسینہ میری مہ جبین ریحانہ کو نہین پہونچ سکتی"

فرخ چہر:- میری نظر مین تو ان لونڈیون مین ایسی ایسی ماہ طلعت جادو نگاہین
موجود ہین کہ ریحانہ کی اُن کے سامنے اصل و حقیقت نہین"

طرخان:"میرے دوست فرخ چہر تم کو حسن کی قدر نہین۔ اور نہ یہ جانتے
ہو کہ حسن کیا چیز ہے۔ بیشک ان کنیزون مین سے بہتون کی رنگت ریحانہ
سے زیادہ صاف ہے۔ بہتون کی آنکھین اُسکی شرمیلی آنکھون سے بڑی
اور مستانہ ہین۔ بہتون کی زلفون کا خم و پیچ زیادہ دلستان ہے۔ اور بہتون
کے نازک ہونٹھ لعل بے بہا سے زیادہ خوش رنگ اور گلاب کی پنکھڑیون
سے زیادہ نازک ہین۔ مگر ریحانہ آہ ریحانہ چیز ہی اور ہے۔ دنیا کے اعلے
سے اعلیٰ حسن اپنی خوبیان اور اپنی دلفریبیان لیے کے آئین مگر وہ سب پر
غالب آ جائیگی۔ اُس کی ادائین ہی اور ہین۔ اور اُسکے حسن مین کچھ ایسی

تجھے اس خواب گہ کی حورین بھی مقابلہ نہ کر سکین گی فرخ چہر خوب یاد رکھو۔ مین ایسے پسند کرتا ہون کہ موئے و میانے دارد بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد مجھے بھی چھانٹ ہے۔ سوا اور کسی مہ جبین کو دل نہین دے سکتا"

سامان عیش "آپ کا یہ عشق خطرناک ہے۔ اور مجھے خوف ہے کہ آپ اس مین ___ جائین"

کہرمز یار (بچہ۔ دغرور سے) "مجھے کون ضرر پہونچا سکتا ہے؟"

مین چھپا فر "اس بات کو نہ بھولیے کہ وہ حضرت بابک کی محبوبہ ہے خوشی سے نفرت کرتی ہے"

"سلطنہ" "بابک اُس کے اتنے عاشق نہین ہین اور نہ اُس کے لیے اس قدر بیتاب ہین جس قدر کہ مین اور اس سبب سے مجھے امید ہے کہ وہ مجھے پسند کرے گی"

فرخ چہر "لیکن حضرت بابک آپ کے دشمن ہو جائین گے"

طرخان "اس معاملے مین اُن کی دشمنی کی بھی مین پروا نہین کرتا۔ مین مراغہ کا فاتح اور حاکم و فرمان روا ہون جس کی وقعت شہر تبریز اور اُس کے گرد و پیش کے پہاڑون سے کم نہین ہو سکتی۔ بابک کو اب بادشاہ مراغہ کا لحاظ کرنا پڑے گا۔ اگر شاہ مراغہ خلافت سے مل گیا تو اُن کی ساری سطوت خاک مین مل جائے گی"

یہ مغرورانہ جواب سُن کے فرخ چہر خاموش ہو گیا۔ اور طرخان نے کہا اب چلو مغرور والی مراغہ کے قصر و ایوان کی سیر کرین اور دیکھین کہ اُس نے اپنے حرم مین کیسی کیسی مہ جبینین جمع کر رکھی ہین" اور محل کے کمرون مین پھرنے اور اُن مین جو شاہانہ عیش و عشرت کا سامان جمع تھا اُسکی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگا۔ اور دیکھتے دیکھتے بولا "ایسے نفیس ریشمی قالین ایسے سونے چاندی کے ظروف۔ ایسا قیمتی سامان زیبائش ایسے نرم اور گدگدے پلنگ اور بچھونے ایسے اطلس و کمخواب کے تکیے اور کہین بھی ہو سکتے ہین؟ وہ جشن طرب دنیا بھر مین لاجواب ہو گا جو اِس قصر اور اِن کمرون مین منایا جائے۔

مگر آہ جب تک پیاری ریحانہ نہ ہو سب بیکار ہے۔ وعدے کے مہینے قریب میعاد الٹی ہر فرزند کو آجانا چاہیے تھا مگر اس وقت تک کہیں پتہ نہیں لیکن وہ بات کا دھنی اور بہادر ہے۔ لائے گا ضرور۔ خیر جب تک وہ آئے چلو حرم سرا کے اندر چل کے والی مراغہ کی نمایش گاہ حسن کو دیکھیں۔"

یہ کہہ کے محل کے خواجہ سراؤں کو ساتھ لیا۔ اور فرخ [illegible] کے ساتھ حرم کے اندر قدم رکھا۔ بے کس اور بے بس عورتیں جو اپنے آقا کے غم میں خون کے آنسو بہا رہی تھیں ڈانٹ ڈانٹ کے اور مار مار کے بشاش اور [illegible] بنائی گئیں۔ والی کی تین منکوحہ بی بیاں پچاس ساٹھ حرمیں دس بارہ بیٹیاں بھتیجیاں بھانجیاں اور قرابت دار خاتونیں اور ان کے ساتھ پانچ چھ سو کنیزیں پیش خدمتیں کنیزیں اور ملازمہ عورتیں تھیں۔ ان سب عورتوں کو طرخان نے بہت ہی غور سے دیکھا اور ان کے حسن و جمال کی تعریف کی پھر ان سے کہا "تم گھبراؤ نہیں تم کو جو نیا شوہر اور آقا ملا ہے وہ تمھارے پہلے شوہر سے زیادہ عیش طلب اور اچھا ہے تم کو وہ بہت اچھی شراب پلائے گا۔ اور پہلے سے اچھا عیش کرائے گا۔ تم ظاہر میں خندہ جبین ہو مگر صورت کہے دیتی ہے کہ تمھارے دل غم میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اپنے دلوں کو ڈھارس دو۔ میری محبوبہ آگئی تو تم سب کو اپنے جشن عیش میں شریک کروں گا۔ اور ایسا مسرت و انبساط کا تماشا دکھاؤں گا کہ تم نے کبھی نہ دیکھا ہو گا۔" اس کے بعد اس نے مغرور والی کی خواب گاہوں کو دیکھا جو طرخان کی نظر میں جنت کی کوشکوں سے بھی زیادہ آراستہ و پیراستہ تھیں۔ ان کی سیر کرتا جاتا تھا۔ اور فرخ چہر سے کہتا جاتا تھا کہ مراغہ کے حرم میں ولایت کی حور وش نازنینیں بری نہیں ہیں۔ اپنی محبوبۂ خاص تو میں پری جمال ریحانہ کو بنا چکا لیکن یہ سب اس قابل ضرور ہیں کہ صحبت عیش اور جشن طرب میں شریک کی جائیں۔"

اسی اثنا میں ایک ایسی دلکش اور آراستہ و پیراستہ خواب گاہ عیش نظر آئی کہ طرخان کی آنکھیں کھل گئیں۔ کھڑے ہو کے ساز و سامان کو دیکھنے لگا۔ اس میں اعلیٰ درجے کی مسہریاں تھیں۔ حریر و دیبا کے نرم بچھونے تھے۔ [illegible] تکیے تھے۔ اور باریک ریشمی ململ کے پردے لٹک رہے

تھے۔ اس خواب گاہ کو دیکھتے ہی بے اختیار کہہ اُٹھا "بس یہی خواب گاہ کو میں اپنے لیے پسند کرتا ہوں" پھر دوسری خوابگاہوں میں جا جا کے وہاں کی اچھی چیزیں بھی چھانٹ چھانٹ کے اُسے منتخب خوابگاہ میں بھیجنے لگا۔ تاکہ ہر کمرے کا سارا سامان عیش اس میں جمع ہو جائے۔

اسی تگ و دو میں اُس نے ایک کھڑکی سے جھانک کے دیکھا تو کیا دیکھتا ہے کہ ہرمزیار محل کے دروازے پر گھوڑے سے اُترا اور ایک عورت کو جو سارا جسم برقعوں میں چھپائے ہے سہارا دے کے اُس کے گھوڑے سے اُتار رہا ہے۔ یہ دیکھتے ہی مارے خوشی کے اچھل پڑا۔ فوراً فرخ چہر کو آواز دی۔ اور جیسے ہی وہ آیا کہا "میرا وفادار اور کارگزار بہادر ہرمزیار آ گیا۔ اور میری محبوبہ کو بھی لے آیا۔ بس اب اسی گھڑی سے میرا جشن عیش شروع ہو جائیگا۔ میں اُسی خوابگاہ عیش میں چلتا ہوں جس کو میں نے پسند کیا ہے۔ تمام لوگوں کو گرد و پیش سے ہٹائے دیتا ہوں۔ تم اُن کو وہیں لے آؤ۔ تاکہ اطمینان اور تنہائی میں مل کے اپنی محبوبہ سے ہم آغوش ہوں۔ ہرمزیار کی سرگزشت سُن کے اُسے انعام دوں۔ میرے اس جشن میں اول سے آخر تک ہرمزیار اور تم بھی شریک رہو گے۔ مفرور والی مراغہ کے محل کی عورتیں بھی شریک کی جائیں گی۔ اور تم دونوں کو اختیار ہے کہ اُن میں سے جن جن کو پسند کر لو تاکہ میرے ساتھ تم بھی پورا عیش کرو۔"

یہ حکم دے کے طرخان اُس خوابگاہ میں گیا۔ اور فرخ چہر ایک ناگوار فکر میں پڑ گیا۔ اسی فکر میں خاموش کھڑا تھا کہ ہرمزیار نے آ کے نہایت گرمجوشی سے صاحب سلامت کی اور ہنس کے پوچھا "مجھے دیر تو نہیں ہوئی؟ ٹھیک وقت پر آ گیا؟"

فرخ چہر: "بالکل ٹھیک وعدے پر آ گئے۔ مگر جس کے لینے کو گئے تھے اُسے بھی لے آئے؟"

ہرمزیار: "اور یہ اُن کے آ بھی سکتا تھا؟ دیکھتے نہیں کہ میرے ساتھ موجود ہیں۔ حضور طرخان کہاں ہیں؟"

فرخ چہر: "چلو میں تمھیں اُن کے پاس پہونچا دوں۔ تمھارے انتظار ہی میں ہیں۔"

یہ کہہ کے وہ ہرمزیار اور اُس کے ساتھ والی برقع پوش کے ساتھ روانہ ہوا

اِس وقت فرخ چہر نے ایک اور مسلح سپاہی کو جو ذرا فاصلے پر کھڑا تھا پاس بلایا اور اُسے بھی ساتھ لے کے پُر تکلف خوابگاہ کے دروازے پر پہونچا۔ حبشی سپاہی دروازے پر ٹھہر گیا۔ اور فرخ چہر اور ہرمزیار عورت کو لے کے اندر گئے۔ طرخان نے جیسے ہی ہرمزیار کو کمرے کے اندر دیکھا بے اختیار دوڑ کے اُسے سینے سے لگا لیا۔ اور کہا "شاباش۔ بہادر اور بات کے دھنی ایسے ہوتے ہیں۔ اس حور وش نازنین کے لانے میں تمھیں بڑی دشواریاں پیش آئی ہوں گی"

ہرمزیار "دشواریاں! خود مجھے اپنی کامیابی پر تعجب ہے۔ حضرت بابک نے کسی طرح منظور نہ کیا۔ میں نے ہاتھ جوڑے۔ قدموں پہ گرا۔ مگر اُنھوں نے سماعت نہ کی۔ یہاں تک کہ مجبور ہو کے میں نے دوسری تدبیر اختیار کی۔ اور اس نازنین کو چھپا کے حضرت بابک کے محل سے نکال لایا"

طرخان "بڑا کام کیا۔ اور مجھے زندگی بھر کے لیے اپنا غلام بنا لیا۔ اس خوشی میں اِس وقت میں ایک ایسا جشن کرنے والا ہوں جس کے آگے جشن جمشیدی بھی بے مزہ ہو جائے۔ تمھارے اور فرخ چہر کے لیے بھی یہاں کے بزدل حاکم کے محل میں ایک سے ایک بڑھ کے پری جمال نازنین موجود ہیں جن میں سے جا کے اپنے لیے ایک بانکی ترچھی دلدار معشوقہ چھانٹ لاؤ۔ مگر اب مجھ میں یارائے صبر کی طاقت نہیں۔ میری اس حور وش معشوقہ کا رُخِ زیبا دکھاؤ۔ اور نقاب الٹ کے اس آفتابِ حسن کے نورانی چہرے سے میرے جشنِ طرب کا افتتاح کرو"

ہرمزیار "بہت خوب!" یہ کہہ کے اُس نے ریحانہ کے چہرے پر سے نقاب الٹی جسے دیکھتے ہی طرخان نے پہچان کے کہا "آہ یہی ہے میری دلنواز ناز آفرین یہی ہے میری معشوقہ مہ جبین!" چاہتا تھا کہ ان الفاظ کے ساتھ بڑھ کے ریحانہ کو گلے سے لگائے کہ ناگہاں ایک بجلی سی کوند گئی۔ اور طرخان کے جو ہاتھ ریحانہ کی ہم آغوشی کے لیے بڑھے تھے اُن میں ہرمزیار کا سر دھڑ سے آ گرا۔ گھبرا کے اُس مضطرب سر کو دونوں ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے پیچھے ہٹا۔ اور "یہ کیا!" کہہ کے ریحانہ کی طرف سے نظر ہٹائی تو دیکھا کہ ہرمزیار کا دھڑ آراستہ و پیراستہ خوابگاہ عیش کے ریشمی قالینوں پہ تڑپتا اور اپنے خون سے اُن کی رنگ آمیزی کر رہا ہے۔

مبہوت ہو کے فرخ چہر کی طرف نظر لے گیا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُسکی خون آلود تلوار کھینچی ہوئی ہے۔ جو ہرمز یار کی گردن کے بعد اب ریحانہ پر پڑا چاہتی ہے۔ یہ منظر دیکھتے ہی زور سے چلایا: "آہ ظالم! اسے بھی مار ڈالے گا؟" اور ساتھ ہی تلوار کھینچ کے فرخ چہر کی تلوار جو ریحانہ پر پڑا چاہتی تھی اپنی تلوار پہ لی اور کہا "اس نازنین سے پہلے مجھ سے مقابلہ کر" اب فرخ چہر اور طرخان میں تلوار چل رہی تھی۔ طرخان اپنے حریف کے تابڑ توڑ واروں سے گھبرا گھبرا کے پیچھے ہٹتا جاتا تھا۔ اور فرخ چہر ایک قہر آلود چیتے کی طرح اُس پر بڑھا پڑتا تھا اتنے میں وہ شخص جو کمرے کے دروازے پر ٹھہر گیا تھا تلوار کھینچ کے یہ کہتا ہوا اندر گھسا "کہ اُس کو قتل کرنا میرا کام ہے۔ فرخ چہر بے انصافی نہ کرو۔ اور میری آبدار تیغ کے لقمے کو اُس سے نہ چھینو" یہ کہتے ہی اُس نے جھپٹ کے طرخان کے دو ایک ایسے ہاتھ مارے کہ وہ چوٹ کھا کے ہٹا تو ایک مسہری سے ٹکرا کے نیچے گرا۔ ساتھ ہی وہ شخص اُسے شیر کی طرح چھاپ بیٹھا اور اُس کے سینے پر کئی خنجر مارے مگر زرہ پہنے ہونے کی وجہ سے کارگر نہ ہوئے۔ یہ حالت دیکھی تو فرخ چہر نے بڑھ کے طرخان کے ہاتھ پکڑ لیے۔ اور اُس نئے حملہ آور نے زرہ کی زنجیریں کھول کے اُس کا گلا اور سینہ باہر نکال لیا۔ اور سینے میں خنجر بھونک کے پہلے اُسے قتل کیا پھر سر کاٹا۔ اور دھڑ کو تڑپتا چھوڑ کے دونوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

اب فرخ چہر پلٹا کہ ریحانہ کا کام تمام کرے مگر حیرت سے کیا دیکھتا ہے کہ ریحانہ کا کہیں پتہ نہیں اور خوابگاہ کے کمرے کا دروازہ باہر سے بند ہے۔ لپک کے دروازہ کھولنے کی کوشش کی مگر زور نہ چلا۔ اس لیے کہ باہر سے کنڈی چڑھا دی گئی تھی۔ حیرت کے ساتھ پلٹ کے اپنے ساتھی سے کہا "ماہو یہ عورت کہاں غائب ہو گئی؟ اور یہ باہر سے دروازہ کس نے بند کر لیا؟"

ماہویہ "شاید اسی عورت نے بھاگ کے باہر سے کنڈی چڑھا دی ہو"

فرخ چہر "اس کے سوا اور کون ہو سکتا ہے؟ مگر اب ہم نکلیں گے کیونکر؟ حالانکہ اس وقت ہمیں بھاگنے کی ضرورت ہے۔" مگر دیکھو اس کمرے میں باہر کی طرف دو کھڑکیاں کھلی ہیں۔ اُن میں سے [illegible] نکل

جائین۔"

یہ کہہ کے دونون نے اُدھر جھانک کے دیکھا۔ یہ کھڑکیان اُس قصر کی پشت کی طرف ایک گلی مین تھین جس مین سناٹا پڑا تھا۔ اس لیے کہ ساری فوج اب شہر کے مختلف حصون مین منتشر ہو گئی تھی۔ اور طرخان کے مخصوص ہمراہی سامنے کی ڈیوڑھی اور اُس کے آگے والے صحن مین تھے جہان مال غنیمت کا ڈھیر لگا تھا۔ ماہویہ نے غور سے دیکھا تو نظر آیا کہ یہ کھڑکی گلی کی زمین سے کوئی دو گز بلندی پر ہے جس سے کود کے نکل جانا دشوار نہ تھا۔ فرخ چہر نے سر نکال کے اور خوب جھک جھک کے دیکھا۔ کسی آدم زاد کا کہین نام و نشان نہ تھا۔ جس کی وجہ یہ تھی کہ بابکیون کے قتل عام نے ہزارہا خلقت کو مار ڈالا ہزارون آدمی گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ گئے۔ اور جو دو چار باقی تھے وہ اپنے گھرون مین دروازے بند کیے چھپے بیٹھے تھے۔ اور ایسے خاموش تھے کہ کسی کو اُن کی آہٹ بھی نہ معلوم ہو سکتی۔ غرض شہر کے تمام گلی کوچون مین انتہا درجے کا سناٹا تھا۔

یہ اطمینان کر کے ایک کھڑکی سے نکل کے دونون گلی مین اُتر پڑے اور فرخ چہر نے داہنی طرف جانے کا قصد کیا تو ماہویہ نے کہا "اُدھر کہان؟"

فرخ چہر: "کہین نہین۔ جدھر لے چلو چلون گا۔"

ماہویہ: (بائین طرف اشارہ کر کے) "اُدھر چلیے۔"

فرخ چہر: "مین تو یہان کے راستون سے واقف نہین تم جدھر لے چلو گے چلون گا۔ مگر تم کہان لیے چلتے ہو؟"

ماہویہ: "مین اس وقت تمھین شہر کی سیر کراتا۔ اس لیے کہ اب ہمین کوئی پہچان نہ سکے گا۔ فقط اُس عورت ریحانہ نے دیکھا ہے۔ لیکن وہ نہ تم کو پہچانتی ہے نہ مجھکو کسی کا بھی نام نہین لے سکتی۔ مگر خرابی یہ ہے کہ ہمارے کپڑے خون آلود ہین۔ اور میرے پاس ظالم طرخان کا سر ہے۔"

فرخ چہر: "بے شک۔ کپڑون کے خون آلود ہونے کا مضائقہ نہین اس لیے کہ یہ رنگ تو آج سب ہی نے کھیلا ہے۔ کون ہے جس کے

کیڑوں میں خون نہیں بھرا ہے۔ مگر ہاں اس سر کو کسی جگہ چھپا دینا ضروری ہے۔"

ماہویہ:"اسی لیے میں اس کو اپنے آقا اسحٰق بن ابراہیم کے گھر میں لیے چلتا ہوں۔"

فرخ چہر:"اُن سے تو کوئی اندیشہ نہیں ہے؟"

ماہویہ:"اندیشہ! وہ یہ سر دیکھ کے خوش ہوں گے۔ میں نے آپ کو اتنا ہی بتایا تھا کہ سردار فوج افشین نے مجھے حکم دیا ہے کہ طرخان کو قتل کردوں اور اُس کا سر کاٹ کے اُن کی خدمت میں پیش کردوں۔ مگر یہ حکم مجھے اپنے آقا اسحٰق ہی کی زبانی ملا۔ وہ اُن کے دوست اور خلافت کے خیر خواہ ہیں۔"

فرخ چہر:"تو بس وہیں چل کے ہم اطمینان سے بیٹھیں۔ اس وقت بڑی خوبی سے اس کام میں کامیابی ہو گئی۔"

ماہویہ:"اس کے لیے مجھے اُس کے گاؤں میں جانا پڑتا۔ مگر میری خوش نصیبی ہے قضا اُسے یہیں مراغہ میں کھینچ لائی۔"

فرخ چہر۔(راستے چلتے چلتے)"ماہویہ۔ تم تو کامیاب ہو گئے۔ مگر افسوس میری ایک حسرت باقی رہ گئی۔"

ماہویہ:"وہ کیا؟ اگر میرے کرنے کا کام ہو تو مجھ سے کہو۔"

فرخ چہر:"جس طرح میں نے ہرمزیار کو مارا ہے اُسی طرح چاہتی تھی کہ چیا و بے شرم ریحانہ کو بھی مار ڈالتی۔ مگر افسوس وہ بچ کے نکل گئی۔"

ماہویہ:"اُس غریب کی جان لینے سے فائدہ؟"

فرخ چہر:"مجھے یہ گوارا ہے کہ بنی عباس کی ایک عالی نسب لڑکی طرخان کے ایسے بے دین کافر اور عجمی نژاد دہقانی کی محبوبہ بنے؟ اور بے شرمی سے اُس کے سامنے چلی آئے؟"

ماہویہ:"مگر کیا کرتی؟ مجبور تھی۔"

فرخ چہر:"ہرگز نہیں۔ یہ بھلا مجبوری کا آنا تھا کہ ہرمزیار کے ساتھ

طرخان کو آبرو دینے کے لیے بابک کے محل سے بھاگ آئی؟ اور یہاں اُس کے سامنے اس طرح بے شرمی سے آ کے کھڑی ہو گئی جس طرح کوئی بازاری عورت کسی ذلیل فاسق کے ساتھ آتی ہے؟"

ماہویہ: "مگر تمھیں کیا خبر کہ وہ کس خیال سے یہاں آئی۔ اور یہ ہرمز اُسے کیا کہہ کے لایا؟"

فرخ چہر: "میں ایسی باتوں کو نہیں مانتا۔ اگر دھوکا دے کے لائی گئی تھی تو کم سے کم یہ تو ہوتا کہ طرخان کی صورت دیکھ کے بھاگتی۔ نہیں، یقیناً وہ جان بوجھ کے بدکاری کے لیے آئی تھی! افسوس غائب ہو گئی اور کچھ نہیں خبر کہ کہاں ہے۔"

ماہویہ: "خیر اب تو گھر آ گیا۔ اندر چل کے کپڑے بدلو یہاں میرے آقا مل جائیں گے۔ ہاتھ منہ دھو کے کچھ کھاؤ پیو۔ اور اس کا بھی پتہ لگائیں گے کہ طرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہونے کے بعد کیا ہوا۔"

اب مکان کا دروازہ سامنے تھا جسے ماہویہ نے کھلوایا اور دونوں نے اندر داخل ہو کے پھر دروازہ بند کر لیا۔ اس لیے کہ آج کوئی شخص مراقبہ میں در دروازہ کھول کے گھر میں نہ بیٹھ سکتا تھا۔ اب گھر میں اطمینان سے بیٹھ کے دونوں نے اپنی تلواریں دھوئیں۔ کپڑوں کو خوب دھو دھو کے خون کے دھبے چھڑائے۔ پھر دسترخوان بچھا کے کچھ کھایا پیا اور جب حواس درست ہو لیے تو فرخ چہر نے کہا: "یہاں کا والی بقول جہنم رسید طرخان کے بڑا بزدل ہے۔ اس طرح بھاگا کہ ادھر پھر کے بھی نہ دیکھا۔ اب خدا جانے شہر کا کیا حال ہو۔ پہلا حاکم غائب ہے۔ طرخان کو ہم نے مار ڈالا۔ شہر میں کوئی حکمران نہیں۔ پھر لوگوں میں خونریزی ہونے لگی ہو گی"

ماہویہ: "جی نہیں بغا کبیر قصر میں بیٹھے حکومت کر رہے ہوں گے اور انھوں نے والی کو بھی ڈھونڈھ کے بلوا لیا ہو گا؟" فرخ چہر نے حیرت سے پوچھا: "بغا یہاں کہاں؟"

ماہویہ: "بغا کو اسی کام کے لیے افشین نے یہاں بھیجا ہے وہ میرے آقا ہی کے گھر میں ٹھہرے ہوئے تھے مجھے جب میرے مالک نے طرخان کے قتل کو روانہ کیا

تو وہ بھی بھیس بدل کے قصر کے پاس پہونچ گئے کہ موقع پاتے ہی شہر اور دارالامارۃ پر قبضہ کر لین۔ قرخان کے مارے جانے کی خبر مشہور ہوتے ہی وہ اپنے سپاہیون کو جمع کر کے جو ادھر اُدھر پھیلا دیے گئے تھے قصر امارۃ پر قابض ہو گئے ہون گے۔"

فرخ چہر:" خیر تو اب چلو شہر کی سیر کرین اور دیکھین کیا ہوا۔"

ماہو یہ:" چلو۔" اس گفتگو کے بعد دونون گھر سے نکل کے قصر امارت کی طرف روانہ ہوئے راستے ہی مین معلوم ہو گیا کہ قصر امارت پر بغا کبیر کا قبضہ ہے۔ اور والی کی جستجو ہو رہی ہے جس کا پتہ نہین۔ یہ سنتے ہی ماہو یہ گھر مین واپس جا کے قرخان کا سر لے آیا۔ اور اُسے لے کے قصر کے اندر داخل ہونے کو تھا کہ فرخ چہر نے کہا "تو اب تم جا کے بغا سے ملو۔ اور مین جب تک ارتجانہ کا پتہ لگاؤن۔" یون فرخ چہر تو دوسری طرف گیا۔ اور ماہو یہ نے قرخان کا سر لے جا کے بغا کے سامنے ڈال دیا۔ بغا اُس کو پہچان کے بہت خوش ہوا۔ اور اُس سے کہا "ماہو یہ تم نے بڑا کام کیا۔ تمھاری کوشش سے مین سُرخ رو ہوا۔ مگر اس کا صلہ تمھین کو ملنا چاہیے۔ اس لیے مین تو یہان کا انتظام کرتا ہون۔ اور تم میرے خط کے ساتھ اس سر کو ہمارے سپہ سالار افشین کے پاس پہونچا دو۔ یہان کے حاکم اب تمھارے آقا اسحٰق بن ابراہیم ہون گے۔ اور مین اُنھین سمجھا دون گا کہ یہان کا سب سے بڑا عہدہ تم کو دین مراغہ کا نالائق والی اب ایک گھڑی کے لیے بھی اپنی خدمت پر نہین رہ سکتا۔"

اس حکم کے مطابق ماہو یہ گھر جا کے اپنے آقا سے رخصت ہوا۔ اور اُسی دن شام کو افشین کی لشکر گاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اور مراغہ کی حکومت اسحٰق کے ہاتھ مین تھی۔

دسوان باب

پرائے بن کے اپنے آتے ہین

شہر مراغہ کے جنوب مین دس بارہ میل جا کے وہ شاہراہ عام ملتی ہے

جس مین سے ہو کے مشرقی فارس کے قافلے ممالک مغرب کو جاتے ہین بابکیون کے زور نے ان دنون یہ راستہ بند کر رکھا ہے اور تاجرانہ قافلون کی آمد و رفت بالکل موقوف ہو گئی ہے۔ مگر اب بھی کبھی کبھی تھوڑون کے وہ چھوٹے چھوٹے قافلے نظر آجاتے ہین جو دنیوی کاروبار کے لیے نہین بلکہ دینی تجارت کے شوق مین زندگی سے ہاتھ دھو کے اور گویا کفن باندھ کے روانہ ہوتے ہین۔ اس لیے کہ دیندار مسلمانون کو کوئی مزاحمت سفر حج سے نہین روک سکتی۔

اسی سڑک پہ دو برقع پوش عورتین آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی ہوئی پاپیادہ جا رہی ہین۔ کوہستانی سڑک ہے جس مین گزرنا آسان نہین کبھی تنگ گھاٹیون مین گھستی ہین کبھی بلند پہاڑون پہ چڑھتی ہین۔ مگر چلی جاتی ہین۔ یہ ممکن نہین کہ قدم رکے۔ صدہا طرح کے خطرے ہین۔ درندون کی آوازین چارون طرف سے سنائی دیتی ہین سانپ اور اژدہے اکثر داہنے بائین رینگتے نظر آجاتے ہین۔ چورون اور ڈاکوؤن کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ بابکیون کی سب بے رحمیان قدم قدم پہ یاد آتی ہین۔ جن کے خیال سے ان عورتون کے بدن مین لرزہ پڑ جاتا ہے۔ مگر قدم نہین رکتا۔ آخر چلتے چلتے ایک نے اپنی ساتھ والی سے کہا "آخر کوئی بستی بھی ملے گی یا یہ پہاڑ اور جنگل ہی رہین گے؟"

دوسری "بیٹی! بستی ملے بھی تو ہمین اس سے بچنا چاہیے۔ انسان سے زیادہ ظالم و بے رحم کوئی نہین۔ شیر بھیڑیا۔ ریچھ۔ چیتا۔ کوئی اتنا خوفناک نہین ہے جتنا آدمی ہوتا ہے۔ میری تو یہی دعا ہے کہ خدا ہمین انسان کے شر سے بچائے!"

پہلی "مگر امان تم مجھے لیے کہان جاتی ہو؟"

دوسری "بیٹی ریحانہ۔ کیا بتاؤن کہ کہان لیے چلتی ہون؟ نہ خود راستہ جانتی ہون۔ نہ کسی سے پوچھ سکتی ہون۔ مگر اغمین اتنا سنا تھا کہ ادھر دس بارہ میل پہ وہ بڑی سڑک ہے۔ جس پر سے ہمیشہ قافلے گزرتے رہتے ہین اسی خیال سے یہان چلی آئی۔ اس سڑک پہ تو پہونچ گئی۔ مگر کسی قافلے کا کہین نام و نشان نہین"

ریحانہ۔ "مگر تم تو آدمیوں سے بھاگتی ہو۔"
عالیہ۔ (ناظرین خود ہی سمجھ گئے ہوں گے کہ ریحانہ کی ماں عالیہ ہے) "بیشک ڈرتی ہوں۔ مگر افسوس بے آدمی کے کام بھی نہیں چلتا۔ میں اس فکر میں ہوں کہ سوداگروں یا حاجیوں کا کوئی قافلہ ملے تو اُس کے ساتھ ہو لوں۔ اُن میں شاید رحم دل لوگ ہوں اور ہماری بیکسی پر ترس کھائیں۔"
ریحانہ۔ "لیکن اماں جان اب تو مجھ میں چلنے کی طاقت نہیں ہے۔"
عالیہ۔ "تم تو ابھی بچی ہو۔ کبھی ایسی مصیبت کا ہے کو پڑی تھی۔ اے اس گھڑی تو میرے پاؤں بھی رہ گئے۔ اور اب چلنا بیکار بھی ہے۔ اس لیے کہ اس سڑک پر ہم پہونچ گئے۔ کسی جگہ ٹھہر کے کسی قافلے کے آنے کا انتظار کرنا چاہیے۔"
ریحانہ۔ "تو یہاں ٹھہروگی کہاں؟ مجھے تو یہ پہاڑ پھاڑے کھاتے ہیں۔ رات کو بھی انھیں میں رہنا ہوا تو کیا کروں گی؟"
عالیہ۔ "ریحانہ گھبراؤ نہیں۔ جو خدا یہ مصیبت ڈالتا ہے وہی اُسے بنا ہتا بھی ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ اس سڑک کے کنارے انھیں پہاڑوں کے کسی کھوہ میں چل کے اور جگہ صاف کر کے ہم ٹھہر جائیں۔ اور یہ دیکھ لیں کہ اس کے پاس کوئی غار بھی ہے اگر کوئی ڈاکو یا آفت دکھائی دے گا تو غار کے اندر چلے چلیں گے۔"
ریحانہ۔ (سہم کے) "غار کے اندر! اور جو اُس میں کوئی شیر بیٹھا ہو؟"
عالیہ۔ (لاپروائی سے) "ہو ظالم لوٹیروں اور بابکیوں سے وہ زیادہ بُرا نہ ہوگا۔ جس وقت کوئی قافلہ آئے گا ہم اُس کے ساتھ ہولیں گے۔ (ایک طرف پہاڑوں میں دیکھ کے) دیکھو وہ جگہ اچھی اور امن کی معلوم ہوتی ہے۔ وہاں سے بیٹھ کے ہم سڑک کو ہر وقت دیکھتے رہیں گے اور کوئی خوف کی چیز دکھائی دے گی تو وہیں چھپ جائیں گے۔"
ریحانہ نے کوئی عذر نہیں کیا۔ اور دونوں نے وہاں جا کے دیکھا تو بہت ہی محفوظ جگہ تھی۔ ایک تاریک غار اسکے قریب تھا۔ اور بڑی بڑی چٹانیں کچھ ایسی ترتیب سے پڑی ہوئی تھیں کہ اُن میں دبک کے اور ایک آدھ پتھر کو ہٹا کے انسان درندوں کے حملے سے بھی بچ سکتا تھا۔ تھوڑے

فاصلے پر ایک چشمہ تھا جس کا شفاف پانی ہر وقت ایک آبشار کیطرح پہاڑ کے اوپر سے گرتا رہتا تھا۔ عالیہ نے درختوں کی ٹہنیوں سے جھاڑو دی اور بیٹھنے کے لیے جگہ صاف کی۔ پھر اپنا برقع اُتار کے بچھایا۔ اور دونوں بیٹھ گئیں۔ ریحانہ اس قدر تھکی ہوئی تھی کہ موقع پاتے ہی پاؤں پھیلا کے لیٹ گئی۔ مگر عالیہ نے کہا "ابھی لیٹو نہیں۔ کچھ کھا پی لو تب لیٹنا۔ یہ کہہ کے اس نے ستو۔ پنیر۔ اور سوکھی روٹیاں اپنی کمر سے کھول کے سامنے رکھ دیں۔ ریحانہ جو نہایت ہی بھوکی تھی اُٹھ کے کھانے لگی۔ اور روٹی کھا کے بولی "ایک آج کھانا مل گیا۔ کل کہاں سے لاؤ گی؟"

عالیہ "خدا دینے والا ہے۔ اُس نے پیدا کیا ہے تو ہمیں بھوکا نہ رکھے گا!"

صبر و شکر سے دونوں ان بیبیوں نے سیر ہو کے کھایا۔ اور چشمے سے جا کے پانی پی آئیں۔ اب اطمینان سے بیٹھ کے ریحانہ نے کہا "امان جان آپ مجھے بچا تو لائیں ورنہ میں کب کی مار ڈالی گئی ہوتی۔ مگر یہ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ مراغہ میں کیسے پہونچ گئیں؟"

عالیہ "اگر انسان کو کسی بات کی سچے دل سے خواہش ہو تو خدا وہ کام کرا ہی دیتا ہے۔ تمھیں نہیں معلوم کہ میں اس وقت تک کہاں کہاں کی خاک چھان چکی ہوں۔ پہلے یہ تو پوچھا ہوتا کہ میں لونڈی سے آزاد کیسے ہو گئی؟"

ریحانہ "ان امان یہی بتا دو!"

عالیہ "میں اتنا رو لی کہ میرے مالک نے مجھے ایک شہر میں لے جا کے اور ترکن لونڈی بنا کے بیچ ڈالا جس سوداگر نے مول لیا تھا وہ ہزاروں لونڈی غلاموں کے ساتھ بغداد لے گیا۔ اور امیر المومنین کے سامنے پیش کیا۔ میں نے اس وقت صف سے نکل کے امیر المومنین کو اپنی سرگذشت سنائی۔ اُنھوں نے جیسے ہی یہ سنا کہ تو نے گرفتار ہوتے وقت اُن کا نام لیا تھا ایک بیک بیتاب ہو کے کہا "لبیک!" اور فقط تیری آزادی کے لیے افشین کو روانہ کیا کہ بابک کو گرفتار کریں اور تجھے بابکیوں کے پنجے سے چھڑا کے اُن کے پاس پہونچائیں۔ مجھے وہ اپنے وہاں روکتے رہے۔ مگر میں نے نہ مانا اور افشین

فوج کشی کر کے بابکیون کے سارے ملک کو تباہ کر سکتا ہے مگر یہ کام میرے سوا کوئی نہ کر سکتا تھا۔"

ریحانہ "اماں تم نے بڑا کام کیا۔ بغداد ہو آئین امیرالمومنین سے مل آئین اور مجھے بھی ڈھونڈھ لیا۔"

عالیہ "مگر آہ علی کا پتہ نہ لگا۔ خدا جانے زندہ ہے یا مرگیا۔"

ریحانہ ۔(آبدیدہ ہو کے) "خدا سے دعا کرو۔ جتنے ہین تو مل ہی جائین گے۔ مگر تم نے یہ نہ بتایا کہ تم مراغہ مین کیسے پہونچ گئین؟"

عالیہ "مَن طَلَبَ وَجَدَ۔ یہان آتے ہی مین نے افشین سے رخصت ہو کے بھیس بدلا۔ اور پھر شہر تبریز مین گئی۔ افشین کی بیوی شیرین اور اُسکی لونڈی کیوان دخت سے مجھے معلوم ہوا تھا کہ بابک کی خاص ساقیہ ماہ آفرید کا ایک بھائی خورزاد قلعۂ شاہی مین محمد بن مغیث کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ اور اُس کا سر بغداد مین امیرالمومنین کے پاس بھیجا گیا۔ مین ماہ آفرید سے جا کے ملی اور اُس پہ ظاہر کیا کہ مین ابن المغیث کی لونڈی ہون۔ اور جس رات بابکی لوگون کو قلعۂ شاہی مین نہایت دغا بازی سے شراب پلائی جا رہی تھی مین بھی شراب پلانے والون مین تھی۔ اتفاق سے مین تمھارے بھائی خورزاد کے پاس جام بھر بھر کے لے جاتی تھی۔ اس نے مجھ سے محبت و الفت کی باتین کین اور مجھے اُس سے اُنس ہو گیا۔ اُس کے بعد جب سب لوگ باندھے جانے لگے تو اُس نے میری طرف دیکھ کے کمال بیکسی و یاس کے لہجے مین کہا "اگر تمھین مجھ پہ ذرا بھی ترس آیا ہو تو اتنا کرنا کہ مجھ پہ جو کچھ گزرے اُس کا حال خود جا کے میری بہن ماہ آفرید سے بیان کرنا اور کہنا کہ حضرت بابک کو آمادہ کر کے میرے خون کا بدلہ ابن المغیث سے ضرور لین۔ اُس نے بڑی دغا بازی کی اور اگر زندہ رہا تو اُن کے ساتھ بھی دغا کرے گا۔ ان باتون کو مین نے ایسے لہجے مین اور ایسے درد کے لفظون مین بیان کیا کہ ماہ آفرید کا دل بھر آیا۔ رونے لگی۔ اور کہا انتقام تو مل جائے گا مگر آہ بھائی خورزاد نہین مل سکتے۔ اُس نے مجھے اپنے وہان ٹھیرایا۔ اور مین نے دو ہی تین دن مین اُسے اپنا دوست بنا لیا۔ اُس سے مجھے معلوم ہوا کہ تم بابک کے محل مین

ہو۔ اور مصیبت مین مبتلا ہو ماہ آفرید بھائی کے انتقام کے جوش مین ایک دن گئی کہ مقتول مسلمانون کے کلیجے نکال کے چبائے۔ مگر اس سے مسلمانون کو فائدہ پہونچ گیا۔ اور اس کے بعد وہ افشین کے ہاتھ مین قید ہو گئی اور افشین نے اُس کے ساتھ ایسا اچھا سلوک کیا کہ مسلمانون کی شکرگزار ہو کے بذ مین واپس آئی اور مجھ سے اُسکی تعریف کی۔ اب مین اُسکے ساتھ بذ مین رہتی تھی۔ اور تیرے روز روز کے حالات دریافت کیا کرتی تھی۔ اتنے مین معلوم ہوا کہ ہرمزیار طرخان کیطرف سے آیا۔ اور طرخان کو تیرا عاشق بتا کے تجھے بابک سے مانگا۔ بابک بظاہر دیتے پر راضی تھا۔ مگر میرے کہنے سے ماہ آفرید نے اختلاف کیا۔ اور بابک کو اس قدر اُبھارا کہ اُس نے کسی طرح منظور کیا۔ اس کے تین دن بعد مین نے سُنا کہ تو بابک کے محل سے غائب ہے۔ اور ہرمزیار کا بھی پتہ نہین۔ ماہ آفرید نے کہا کہ تجھے ہرمزیار فریب دے کے اور جھوٹی باتون سے بہکا کے لے گیا ہے۔ مین نے کہا اگر تم ہرمزیار کا پتہ بتاؤ تو مین جا کے اُس لڑکی کو واپس لے آؤن۔ اُس نے بتایا کہ وہ تمھین شہر مراغہ مین طرخان کے پاس لے گیا ہوگا۔ یہ سنتے ہی مین ماہ آفرید سے رخصت ہو کے اور تمھارے جلد واپس لانے کا وعدہ کر کے مراغہ کو روانہ ہوئی۔ ایک بہت اچھا خچر ماہ آفرید کی مدد سے مل گیا جس نے مجھے مراغہ سے ایک منزل ادھر ہی ہرمزیار تک پہونچا دیا۔ مین نے دیکھا کہ ایک خچر پر تم ہو اور دوسرے پر وہ ہے۔ اور اُس کے کئی ساتھی تمھین اپنے حلقے مین لیے ہوئے ہین۔ اُن سے الگ الگ اور اُس کے پیچھے مین مراغہ مین پہونچی۔ اور اُس سے دو دن پہلے جبکہ شہر لُٹ رہا تھا۔ اور قتل عام ہو رہا تھا مین بھی وہان کے محل کی عورتون مین مل گئی۔ یہان تک کہ طرخان محل کے اندر آیا۔ اور کئی بار اُس نے مجھ پر عشق ظاہر کیا۔ اب مین اُس کے ساتھ باہر کے حصۂ قصر مین آئی۔ اور دیکھا کہ وہ اپنے لیے خوابگاہ کو درست کرا رہا ہے۔ اتنے مین تو بھی ہرمزیار کے ساتھ پہونچ گئی۔ اور وہ تجھے سٹ کے خوابگاہ کے اندر داخل ہوا اب مین فکر مین تھی کہ کیونکر تجھے اُس ظالم کے پنجے سے چھڑاؤن کہ طرخان

کے ایک رفیق نے ہرمز یار کا سر اڑا دیا۔ اور اُس سے طرخان سے تلوار چلنے لگی۔ اُس وقت ایک اور شخص جو تلوار کھینچے کمرے کے باہر کھڑا تھا چلاتا ہوا اندر گھسا اور طرخان سے لڑنے میں وہ بھی شریک ہو گیا۔ اُس وقت میں گھسی اور تجھے ہاتھ پکڑ کے کھینچ لائی۔"

ریحانہ "یہ ہے وہ کیسی خوفناک گھڑی تھی! اور تم کو یہ معلوم ہی نہیں کہ جس شخص نے ہرمز یار کو قتل کیا۔ اُس نے دو وار ادھر مجھ پر کیا تھا۔ کہیں وہ تلوار مجھ پر پڑ جاتی تو میرا سر بھی بھٹے کی طرح اڑ جاتا۔ مگر طرخان نے جھپٹ کے وہ تلوار اپنی تلوار پر لی۔ اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی۔"

عالیہ "مگر یہ کون شخص تھا جس نے ہرمز یار کو مارا اور تیری جان بھی لینا چاہتا تھا۔"

ریحانہ "اور نہ یہ پتہ ہے کہ وہ تیسرا کون کون شخص تھا جو بعد کو کمرے میں شور کرتا ہوا گھس آیا۔"

عالیہ "مگر بیٹی یہ تو بتاؤ کہ تم ہرمز یار کے ساتھ کیوں بھاگ آئیں؟"

ریحانہ "ان لوگوں میں یہ وہ تو ہے نہیں۔ ہرمز یار جب چاہتا تھا بابک کے محل کے اندر چلا آتا۔ اُس نے ایک دن مجھ سے مل کے کہا۔ اگر تم یہاں پڑی رہیں تو بابک تمہاری آبرو پر دست ڈالے گا۔ طرخان اب بابک کے خلاف ہو گئے ہیں۔ اور چاہتے ہیں کہ امیر المومنین المعتصم کے فرمان بردار ہو کے مراغہ کے حاکم ہو جائیں۔ جیسے وہ خود ہی جا کے اپنے قبضے میں کر لیں گے لیکن امیر المومنین کے راضی کرنے کے لیے چاہتے ہیں کہ تمہیں بابک کے پنجے سے چھڑا کے عزت و حرمت کے ساتھ بغداد میں بھیج دیں۔ اور اپنی وفاداری کا یہ ثبوت دے کے مراغہ کی سند ولایت حاصل کر لیں۔ بابک سے ہزار کہا وہ تمہیں نہیں دیتے۔ اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ تم خود رات کو محل سے نکل آؤ۔ پھر میں تمہیں حفاظت سے طرخان کے پاس پہنچا دوں گا۔ اور وہ دوسرے ہی دن تم کو بغداد روانہ کر دیں گے۔ یہ سن کے میں اُس کے ساتھ نکل آئی اور مراغہ میں پہنچ کے خوشی خوشی طرخان کے پاس گئی مگر افسوس وہ

مار ہی ڈالے گئے۔ یہ بھی میری بدنصیبی تھی ورنہ اطمینان کے ساتھ اپنے گھر پہونچ جاتی۔"

عالیہ۔ (حیرت سے) "بیٹی اس مین مجھے فریب معلوم ہوتا ہے۔ مگر بہت بڑا فریب جو ابھی تک ہماری سمجھ مین نہین آیا۔ طرخان کا تو میرے سامنے والی مراغہ کی حرم سرا کے اندر یہ حال تھا کہ جس خوبصورت عورت کو دیکھتا یہی کہتا کہ میری ریحانہ اِس سے زیادہ حسین ہے اُسکی یہ نیت تو ہرگز نہین ہو سکتی کہ تجھے بغداد بھیجتا لیکن جن لوگون نے اُسے مار ڈالا اُنھین اُس سے کیا دشمنی تھی یہ بات سمجھ مین نہین آتی۔ ہم اگر وہان تھوڑی دیر ٹھہرتے تو شاید کچھ معلوم ہو جاتا۔"

ریحانہ۔ "ہائے غضب! وہ بھلا ٹھہرنے کا وقت تھا؟ اور تم نے یہ بڑی عقلمندی کی کہ باہر نکلتے ہی اِس کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر سے کنڈی چڑھا دی۔"

عالیہ۔ "اس مین بڑی مصلحت ہوئی۔ تم کہتی ہو کہ جس نے طرخان کو مارا تمھاری بھی جان لینا چاہتا تھا۔ مین دروازہ کھلا چھوڑ آتی تو اُسے قتل کر کے ہمارا پیچھا کرتا۔ اور ہم اُس کے ہاتھ سے نہ بچ سکتے۔"

ریحانہ۔ "اب یہ ہوا ہوگا کہ وہ دونون اُس کمرے مین بند پڑے رہے ہون گے۔ یہانتک کہ طرخان کے دوستون نے آکے اُن کو پکڑ لیا ہوگا۔"

عالیہ۔ "پکڑنا دھکڑنا کیسا۔ اُسی وقت اُن کے سر اُڑا دیے ہون گے۔"

اُنھین باتون مین شام ہو گئی۔ ان باتون مین وہ اس درجہ منہمک اور مصروف تھین کہ موجودہ مصیبت اُن کے خیال ہی مین نہ تھی۔ اب دونون نے جا کے چشمے مین وضو کیا۔ اور نماز مغرب پڑھ کے سو رہین۔

گیارھوان باب

انجام

دوسرے دن صبح کو دونون ماں بیٹیون نے وضو کر کے فریضۂ فجر ادا

گیا۔ اور رات کی بچی کھچی غذا کھا کے خاموش بیٹھ گئیں۔ دیر تک وہ اس سڑک کو دیکھتی رہیں جو اُن کے قریب سے ہو کے گزری تھی اور دونوں جانب دور تک پھیلی نظر آتی تھی۔ اتنے میں ایک گڈریا بھیڑون کے گلّے کو ہنکاتا ہوا آیا۔ اور قریب ہی کی وادی میں اُنھیں چرانے لگا۔ اُسے دیکھ کے عالیہ بولی "معلوم ہوتا ہے کہیں قریب ہی آبادی ہے۔ جہان سے صبح صبح یہ اپنا گلہ لے کے آ پہونچا۔ اچھا تم بیٹھو میں جاتی ہون لوٹے میں تھوڑا سا دودھ لے آؤن۔ تم کہتی تھیں کہ کل کیا کھائیں گے۔ دیکھو خدا نے کھانا بھیج دیا"

ریحانہ "جاؤ۔ مگر جلدی آنا۔ مجھے اکیلے یہان ڈر لگتا ہے" "ابھی آئی" کہہ کے عالیہ نے لوٹا اُٹھا لیا اور اُس گڈریے کے پاس جا کے دودھ مانگا۔ گڈریے نے جو ایک کمسن لڑکا تھا عالیہ کو سر سے پاؤن تک غور سے دیکھا اور کہا "بوی تم یہان کہان؟ یہان تو کہین نام کو بھی آبادی نہین ہے۔ اور تم مجھے یہان کی رہنے والی بھی نہین معلوم ہوتیں"

عالیہ "بھیا میری مصیبت سُن کے کیا کرے گا؟ پرسون حاجیون کا ایک قافلہ گیا ہے میں اُس کے ساتھ تھی۔ اتفاق سے حوائجِ ضروری کو گئی ہوئی تھی اور لوگون نے کوچ کر دیا۔ اب یہان اس انتظار میں بیٹھی ہون کہ کوئی اور قافلہ آ لے تو اُس کے ساتھ ہو لون"

گڈریا "تو تم اکیلی یہان تین دن سے پڑی ہو؟"

عالیہ "اکیلی نہین میرے ساتھ ایک اور بی بی بھی ہین"

گڈریا "یہان سے تو اچھا ہے کہ تم ہماری بستی میں چل کے ٹھہرو۔ وہ (ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے) اُس پہاڑ کے اُس پار ہے"

عالیہ "یہان سڑک کے کنارے ہون۔ کوئی قافلہ گزرے گا تو دیکھ لون گی۔ مجھے تو یہ بھی نہین معلوم کہ یہ کون جگہ ہے اور یہان سے کہان کہان کو راستہ گیا ہے"

گڈریا "یہان سے ایک راستہ مراغہ کو ہوتا ہوا کوہ قاف کو نکل گیا ہے۔ ایک جنوب کی طرف کرمان شاہ کو گیا ہے مشرق کی طرف خراسان کو راستہ گیا ہے۔

اور اُسی کے راستے مین بابک خرمی کے اکثر قلعے پڑتے ہین"

عالیہ "تو کیا بابک کا ملک یہان سے قریب ہے؟"

گرڈریا "یہ مشرق کی طرف کے پہاڑ سب اُنھین کی قلمرو مین ہین- اور یہان بھی اُنھین کی حکومت ہے مراغہ سے جو لوگ بذ کو جانا چاہتے ہین وہ بھی ادھر ہی سے ہو کے جاتے ہین" گرڈریا یہ باتین کر رہا تھا کہ مصیبت زدہ اور خائف عالیہ کو مشرق کیطرف ایک بلند گھاٹی مین چند سوار اترتے دکھائی دیئے دل مین ڈری- مگر اپنی گھبراہٹ کو چھپا کے گرڈریے سے کہا "مجھے جلدی دودھ دو- اس لیے کہ مین زیادہ نہین ٹھہر سکتی" یہ کہہ کے اُس نے چند تانبے کے سکّے قیمت کے طور پر اُسے دینا چاہیے مگر فیاض گرڈریے نے لینے سے انکار کیا- اور کئی بکریون سے لوٹا بھر دودھ دُوہ کے اُس کے حوالے کر دیا- عالیہ اُسکا شکریہ ادا کرکے اپنی قیام گاہ مین پہونچی- اور لوٹے کو ریحانہ کے پاس رکھ کر کہا "لو یہ پی لو- اس سے اچھا کھانا سفر مین نہین نصیب ہو سکتا" ریحانہ نے دودھ پیا اور ان بٹیان بڑی بڑی چٹانون کی آڑ مین اور گزرگاہ کے نظر سے دور بیٹھ کے باتین کرنے لگین-

باتین کرتے ہوئے پورا گھنٹہ نہ ہوا تھا کہ کچھ آہٹ معلوم ہوئی گھبرا کے دونون اُٹھ کھڑی ہوئین- اور ساتھ ہی کیا دیکھتی ہین کہ چار وحشی شرارکوہستانی آدمی کھڑے ہین دو کے ہاتھون مین لمبے لمبے برچھے ہین- اور دو کی گردن مین تلوارین ہین- ان کے کھڑے ہوتے ہی اُن لوگون نے جو اُن کے سامنے بالکل قریب آ پہونچے تھے اُن کو دیکھ لیا- اور شور کرتے ہوئے اُن کی طرف لپکے- اب اِن عورتون سے نہ بھاگتے بنتا تھا اور نہ غار مین جا کے چھپ سکتی تھین ریحانہ بالکل سہم گئی- مگر عالیہ جسے زمانہ بہت سے سبق دے چکا تھا چلائی اُٹھی کہ "مین نے اپنے کپڑون مین ایک چھری اپنے پاس رکھ لی تھی اور ایک تیری کمر مین بندھوا دی تھی مرنا ایک دن ہئی ہے لیکن اگر مرنے کی گھڑی سر پر آ گئی تو ہمین پاکدامن شریف زادیون اور آبرو پر جان قربان کر دینے والی بیون کیطرح مرنا چاہیے اگر ان ظالمون پر زور نہ چلا تو خود اپنے اوپر تو زور چلے گا- اپنے ہاتھ سے اپنی جان

لینا حرام ہے مگر ہم ایسی حالت مین ہین کہ خدا شاید ہمارے لیے اپنے فضل وکرم سے اُسے جائز کردے"

اتنے مین وہ لوگ بالکل قریب آگئے۔ اور برچھے والون نے اپنے برچھے اُن کیطرف بڑھا کے کہا "عورتو! ان برچھون کے آگے تمھاری نازک چھریان بیکار ہین۔ مناسب یہی ہے کہ چھریان پھینک دو۔ اور اپنے آپ کو ہمارے حوالے کردو"

عالیہ "ظالم لوٹیرو۔ اور بے رحم ڈاکوؤ۔ ہمارے جسم اس لیے نہین بنے ہین کہ ان کو تمھارا ناپاک ہاتھ لگے۔ اور ان لمبے برچھون پر نہ دھمکاؤ۔ ہماری یہ چھریان بڑا کام دے سکتی مین ع تم پہ قابو نہین دل پہ تو ہے قابو اپنا؟"

یکایک ایک شخص نے جو صرف تلوار باندھے تھا۔ اپنے رفیق کا برچھا ہاتھ سے پکڑ کے دوسری طرف ہٹا دیا۔ اور چلایا "فرخ زاد۔ جلدی نہ کرنا گوہر مراد ہاتھ آگیا۔ ہم نے پہچانا بھی۔ وہ نازنین جو پیچھے کھڑی ہے۔ ریحانہ ہے جس کی تلاش مین ہم مراغہ تک کی خاک چھان آئے۔ اور پہاڑون مین ٹھوکرین کھاتے پھرتے ہین"

فرخ زاد "وہی ہے! تو ہم بڑے خوش نصیب ہین۔ آج اپنے حضرت یزدان مظہر بابک کے سامنے سرخ رو ہوے۔ اور حق عقیدت و اطاعت ادا کردیا۔ مگر بہن نور درخشان یہ یہان کیونکر پہونچ گئی؟"

نور درخشان "معلوم ہوتا ہے کہ یہ مراغہ سے بھاگ کے یہان چلی آئی۔ مین سمجھا تھا کہ آج مجھے قلعۂ شاہی کی تباہی کے بعد ان مسلمان عورتون کو قتل کرکے ایک ذرا آنسو پونچھنے کا موقع مل جائیگا مگر میرے آنسوؤن کی پونچھنے سے یہ بہتر ہوا کہ حضرت بابک کی آرزو میرے ہاتھ سے پوری ہوئی"

تیسرا شخص "اور بہن نور درخشان۔ مین نے اس دوسری عورت کو بھی کبھی اپنے قلعے مین دیکھا ہے۔ اخاہ! اب پہچانا۔ یہ تو وہی لونڈی ہے جو ریحانہ کے ساتھ پکڑ کے آئی تھی۔ اور حضرت بابک نے مجھے عطا کی تھی۔ جب تک میرے یہان رہی رات دن روتی ہی رہی یہان تک کہ مین نے عاجز آکے بیچ ڈالا مگر آج دکھینا

کس غیظ و غضب سے چھری تانے کھڑی ہے!"

فرخ زاد۔ (بوذر خشان سے) "تو ہمارے مہربان کیوان دوست بھی بُرے نہیں رہے۔ سب سے زیادہ نفع مین یہی رہے۔ دام بھی کھڑے کر لیے اور لونڈی بھی اپنے ہی گھر رہی۔"

بوذر خشان۔ "مگر اس وقت دونون عورتون کے تیور بُرے ہین (عورتون سے) "مگر تم ڈرتی کیون ہو؟ ہم تمھارے دشمن نہین دوست ہین جب تک پہچانا نہ تھا ممکن تھا کہ تمھارے ساتھ کوئی سختی کرتے۔ اور اب تم جانتی ہو کہ ہم تمھین عزت و آبرو اور شان و شوکت سے غلامون کی طرح خدمت کرتے ہوے اپنے ساتھ لے چلین گے۔ تمھاری ساتھ والی ہمارے حضرت یزدان مظہر کی معشوقہ اور ہماری سرتاج ہے۔ رہین تم۔ تو تم بھی غیر نہین ہمارے ساتھی کیوان دوست کے گھر مین رہ چکی ہو۔"

عالیہ۔ "ہم تم اور تمھارے آقا دونون کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہین تم کافر ہو۔ ڈاکو ہو۔ اور وحشی جاہل لٹیرے ہو۔ عرب کی شریف عورتون کے لیے تمھاری اطاعت و صحبت سے مرجانا اچھا ہے۔ اگر تمھارے دل مین کچھ بھی نیکی ہو تو ہمین ہمارے حال مین چھوڑ کے چلے جاؤ۔ ورنہ یاد رکھو کہ ہماری لاشون کو لے جاؤ گے ہمین اُس کافر و ملحد کے پاس زندہ نہین لے جا سکتے۔"

فرخ زاد۔ (طیش مین آکے) "اگر پھر کوئی ایسا کلمہ ہمارے معبود اے یزدان مظہر کی شان مین زبان سے نکالا تو ہم سر اُڑا دین گے۔ ہمارے نیزے ایک اشارے مین تمھاری زندگی ختم کر دینے کے لیے کافی ہین۔ مگر یہ ہماری مہربانی ہے جو تم سے نرمی سے پیش آرہے ہین!"

عالیہ۔ "اس نرمی سے یہ اچھا ہے کہ ہمین مار ڈالو۔ اور خود اپنے ہاتھ سے ہمین حرام موت نہ مرنا پڑے۔ مگر تم سے اس کی امید نہین!"

بوذر خشان۔ "مین پھر سمجھاتا ہون کہ ہمارا کہنا مانو۔ اپنی ضد چھوڑو۔ اور یہ چھریان پھینک کے ہمارے ساتھ چلو!"

اب چوتھے شخص مہر دوست نے کہا "اور مجھے ایسا یاد پڑتا ہے

کہ اُنھیں دنوں میں نے (عالیہ کی طرف اشارہ کرکے) اس عورت کو خورزاد مرحوم کی بہن ماہ آفرید کے پاس دیکھا ہے۔ میرے بھائی بہروز اور خورزاد میں بڑی محبت تھی چنانچہ قلعہ شاہی میں دونوں ایک ساتھ مارے گئے۔ اسی تعلق کی وجہ سے ماہ آفرید مجھ سے بہت اچھی طرح ملتی ہیں۔ گو کہ وہ کسی مرد کی پابند نہیں۔ مگر میرے حال پر خاص عنایت کرتی ہیں۔ اور چند مہینوں سے مجھے نہ کسی عورت سے سروکار رہا ہے اور نہ اُنھیں کسی مرد سے۔ اسی وجہ سے میں برابر اُن کے پاس جایا کرتا ہوں۔ وہاں دو تین بار میں نے اس عورت کو اُن کے ساتھ دیکھا (عالیہ سے) "سچ سچ بتاؤ تم ہمارے قلعۂ بذ میں نہ تھیں؟"

عالیہ "میں تھی یا نہ تھی تمھیں کیا؟"

مہر دوست "ہمیں یہ کہ جب وہاں تھیں تو ہمارے ساتھ پھر کیوں نہیں چلتیں؟"

عالیہ "نہیں میں نہ جاؤں گی"

کیوان دوست "اچھا میں تمھیں اجازت دیتا ہوں کہ تم جہاں جاہو چلی جاؤ مگر اپنے ساتھ والی نازنین کو ہمارے حوالے کردو جس کے لیے ہمارے حضرت بابک ان دنوں پریشان ہیں۔ تم کو معلوم نہیں کہ اس کی تلاش میں ہم نے کیسی کیسی مصیبتیں جھیلی ہیں جب اسے ہرمزیار اپنے سردار طرخان کی سازش سے نکال لے گیا تو ہمارے حضرت بابک کو بڑا صدمہ ہوا وہ اس پر حد سے زیادہ فریفتہ تھے۔ اور جانتے تھے کہ اُن کے محل میں رہتے رہتے چند روز میں راضی ہو جائے گی لیکن جب یہ یک بیک قلعہ سے غائب ہو گئی تو اُن کو اپنے علم غیب سے معلوم ہو گیا کہ ہرمزیار لے گیا ہے۔ اور طرخان کے پاس مراغہ میں لے گیا ہے جو اُن کے فضل و کرم اور تصرف باطنی سے مراغہ کا حاکم ہو گیا تھا۔ اُنھوں نے ناراض ہو کے ہرمزیار اور طرخان کو بد دعا دی۔ اور ہم چاروں کو بھیجا کہ مراغہ میں جا کے اُسے ڈھونڈھ لائیں۔ اس حکم کے مطابق ہم مراغہ میں گئے۔ اور یہ دیکھ کے عبرت حاصل کی کہ جس دن حضرت بابک نے بد دعا کی تھی عین اُسی دن طرخان اور ہرمزیار دونوں مار ڈالے گئے۔ طرخان فتح یاب ہو کے مراغہ کا بادشاہ بن گیا اور ہر طرح کا عروج حاصل کر کے یکایک مار ڈالا گیا اور ہرمزیار کو بھی اپنی بد اعمالی کی پوری

سزا ملی۔ اب ہمین تلاش ہوئی کہ یہ حسینہ کہان ہے۔ مگر کہین پتہ نہ لگا وہان اب بغا کبیر کی حکومت ہے۔ اور ہم علانیہ نہین رہ سکتے تھے مگر ہم نے جستجو مین کوئی دقیقہ نہین اٹھا رکھا۔ آخر مجبور ہو کے ناکام واپس آئے۔ اور بابک ہمین نامراد دیکھ کو جادر ہے تھے کہ ہماری خوش نصیبی اسے یہان یہ دولت و نعمت ہاتھ لگ گئی۔ اس سے تم سمجھ سکتی ہو کہ ہم تمھاری عزت کرین گے"۔

عالیہ "جسے تم عزت کہتے ہو اُس سے زیادہ کوئی ذلت ہمارے لیے نہین ہو سکتی۔ صلاح یہی ہے کہ ہمین چھوڑ کے واپس جاؤ۔ اور بابک سے کہہ دو کہ اس عورت کا کہین سراغ نہ لگا"۔

کیوان دست "بھلا اُن سے کوئی بات پوشیدہ رہ سکتی ہے؟ اُنھین معلوم ہو چکا ہوگا کہ ہم اس وقت یہان کھڑے تم سے باتین کر رہے ہین"۔

عالیہ "لیکن ہمین تم زندہ نہین لے جا سکتے"۔

بوذرخشان (نیزہ بڑھا کے) "خیر تو ہم تم کو مار ڈالین گے۔ اور اس نازنین کو زندہ پکڑ لے جائین گے"۔

عالیہ۔ (ریحانہ سے) "بیٹی چھری کو خوب مضبوط پکڑے رہنا۔ اور ظالم دکھا دے کہ تیرے ہاتھ مین بھی یہ جان لینے یا دینے والا حربہ موجود ہے"۔

فرخ زاد "اچھا بوذرخشان ایک کام کرو۔ ہم چار دن اُنھین یہین گھیرے رکھین۔ اور کسی طرف قدم بڑھانے نہ دین۔ جب دانہ پانی نہ ملے گا تو بہت جلد سیدھی ہو جائین گی"۔

بوذرخشان "اچھا یہی سہی۔ لو بیوی سنو۔ خبردار یہین رہنا۔ اب نہ کہین حوائج ضروری کے لیے جانے پاؤ گی۔ نہ اس چشمے سے پانی پی سکو گی۔ اب دیکھین تم کیا کرتی ہو؟"

عالیہ نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ اور دل مین سوچنے لگی کہ ایسی قید مین تو ایک پہر کاٹنا بھی دشوار ہے دن کس کے کاٹے کٹے گا؟ اور پھر خدا جانے رات کو کیا افتاد پڑے؟ تاہم خیال کیا کہ رات تک ہمین فیصلہ تقدیر کا انتظار کرنا چاہیے۔ شاید خدا کوئی نجات کی صورت پیدا کرے

وہ چاروں شخص اُن کے چاروں طرف پھیل گئے اور اس طرح گھیر لیا کہ وہ کسی طرف نہ جا سکیں۔ مگر اُنھیں حیرت تھی کہ آخر وہ زنا ن دونوں عورتیں اسی طرح چھری ہاتھ میں لیے کھڑی رہیں۔ اور ہر وقت تیار تھیں کہ کوئی بھی قریب آنے کا قصد کرے تو خنجر اپنے سینوں میں بھونک لیں۔ اب دو گھڑی ان باقی تھا کہ ریحانہ نے ماں سے کہا "اب مجھ میں کھڑے رہنے کی تاب نہیں میں تو بیٹھتی ہوں۔" یہ کہہ کے وہ بیٹھ گئی اور سر زانو پہ رکھ لیا۔ عالیہ قریب جا کے اُس کے سر پہ ہاتھ پھیر پھیر کے اُسے تسلی دینے لگی۔

یکایک فرخ زاد جو عالیہ کی پشت کی طرف تھا جوتا اُتار کے بہت ہی دبے پاؤں چپکے چپکے اُس کے قریب گیا۔ اور یکایک جھپٹ کے اُس کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس میں چھری تھی۔ ایک ہاڑوں میں گونجنے والی چیخ عالیہ کے منہ سے نکلی ساتھ ہی ریحانہ نے بھی چیخ ماری اور بجائے اس کے کہ خنجر سے کام لے غش کھا کے گر پڑی ساتھ ہی چاروں باقی رفیقوں نے جھپٹ کے دونوں کی چھریاں اپنے قبضے میں کر لیں۔ اور نوذر رخشان نے ہنس کے عالیہ سے کہا "اب تمھارے ہاتھ سے خطرناک کھلونے لے لیے گئے۔ بس اب ہم تمھیں نہ چھیڑیں گے چپکی چلی چلو۔"

عالیہ "میں تو نہیں چلتی۔"

فرخ زاد "تو ہم تمھیں گود میں اُٹھا کے لے چلیں گے۔"

عالیہ (چلا کے) "کمبختو ریحانہ کی تو خبر لو۔ آہ خدا کرتا اسی میں مر جاتی اور پھر اس بیوفا دنیا کو آنکھ کھول کے نہ دیکھتی۔" یہ سنتے ہی کیوان دوست عالیہ کے لوٹے کولیجا کے نہر سے پانی لایا۔ اور ریحانہ کے منہ پہ چھڑک چھڑک کے اُسے ہوشیار کیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں اور حیرت سے ایک ایک کا منہ تک رہی تھی کہ نوذر رخشان نے کہا "اب دیر لگانے کی ضرورت نہیں۔ ان عورتوں کو لے چلو۔ اور اپنے پاؤں سے نہ چلیں تو گود میں اُٹھا لو۔ حضرت بابک کی خوشی پوری کرنے میں ہمیں جلدی کرنا چاہیے۔"

وہ یہ کہہ رہا تھا کہ عالیہ نے حیرت انگیز پھرتی سے فرخ زاد کی تلوار

کے قبضے پر ہاتھ ڈال دیا۔ اور زور سے جھٹکا دے کے تلوار کھینچ لی۔ تلوار ہاتھ میں آتے ہی اُس کا حوصلہ بڑھ گیا۔ جھپٹ کے ایک ہاتھ لوذرخشان کے شانے پر مارا۔ ساتھ ہی چاروں آدمی خوف سے پیچھے ہٹ گئے۔ اور فرخ زاد نے گھبرا کے کہا "یہ عورت تو بلا کی معلوم ہوتی ہے تو بیوی کیا تم یہی چاہتی ہو کہ ہم نیزے سے تمہارا کام تمام کر دیں؟"

عالیہ:۔ ہاں میں یہی چاہتی ہوں۔ مگر مجھ سے پہلے اس بے زبان لڑکی کو مارو۔"
یہ کہہ کے اُس نے فرخ زاد پہ بھی ایک وار کیا اور جھپٹ کے ریحانہ کے پیچھے ہو گئی۔

اب مجبور ہو کے چاروں رفیقوں نے جن میں سے دو خفیف سے زخمی تھے ایک ساتھ عالیہ پہ حملہ کیا۔ اُس کے کمزور ہاتھ کے دو چرکے اور کھائے اور اُسے نیزوں سے ڈھکیل کے زمین پر گرا لیا۔ اور قبل اس کے کہ وہ سنبھلنے پائے۔ اُسے پکڑ لیا۔ اور اپنی پگڑیاں اُتار کے اُسے خوب کس کس کے باندھنے لگے۔ اس وقت عالیہ اور ریحانہ دونوں کی یہ حالت تھی کہ چیخوں پر چیخیں مارتی تھیں۔ اور اُن کی چیخیں گرد کے پہاڑوں میں ٹکرا ٹکرا کے ساری فضا میں گونج رہی تھیں۔

عالیہ کو یہ سب لوگ باندھ ہی رہے تھے کہ ناگہاں آواز آئی "عورتوں پر ظلم! ذلیل اور بے حیا ڈاکوؤ۔ اگر تم میں اتنی غیرت نہیں کہ اُس سامنے والی ندی میں جا کے ڈوب مرو۔ تو آؤ ہم تمہیں تمہارے خون کے دریا میں ڈبو دیں!" اور ساتھ ہی پانچ مسلح سپاہی ان لوگوں پر جھپٹ پڑے لوذرخشان عالیہ کو باندھ کے سیدھا ہوا تھا کہ ایک تلوار کام کر گئی اُس کا سر اُڑ کے دور جا رہا۔ اور گلے سے خون کا فوارہ اچھل کے عالیہ کے کپڑوں پر پڑا۔ ساتھ ہی دوسرے شخص کا جنیوے کا ہاتھ فرخ زاد پر ایسا بھرپور پڑا کہ پھیپھڑے اور دل دونوں کو ایک ساتھ کاٹ گیا اور وہ ہیبت زدہ ریحانہ کے آگے گر کے تڑپنے لگا۔ پھر دو بیت اور نکیوان دوست ایک ساتھ ان نئے حملہ آوروں کے مقابل ہوئے مگر جب بہادر نے لوذرخشان کا سر

اُڑا دیا تھا کیوان دوست کا داہنا ہاتھ کاٹ کے گرا دیا۔ اور اُس کے ایک رفیق نے مہرو دوست کے سر پر ایسا گرز مارا کہ وہ غش کھا کے گر پڑا۔ اب کیوان دوست باندھ لیا گیا۔ اتنے میں اُن میں سے ایک سوار نے بڑھ کے عالیہ کو کھولا۔ اور کہا "بیوی تم کون ہو؟ اور کیونکر ان پہاڑوں میں آ کے اِن کافر و بددین ڈاکوؤں کے ہاتھ میں گرفتار ہو گئیں؟"

مگر قبل اس کے کہ عالیہ کچھ جواب دے وہ بہادر سپہ گر جس نے بوذرخشان کا سر اور کیوان دوست کا ہاتھ کاٹا تھا بے اختیار چونک پڑا۔ زور سے چلایا "وہ مل گئی! اور خوب مل گئی!" یہ کہتے ہی تلوار کھینچ کے جھپٹا کہ ایک ہی وار میں ریحانہ کا کام تمام کر دے۔ مگر عالیہ نے جس کے ہاتھ کھل چکے تھے لپک کے وہ تلوار اپنے ہاتھ سے پکڑ لی۔ اگرچہ اُسکی ہتھیلی آدھی کے قریب کٹ گئی مگر غیر معمولی شجاعت ظاہر کر کے اُس نے ریحانہ کو بچا لیا۔ اور چلائی "آہ ظالم! اسی لیے اِن ڈاکوؤں کے پنجے سے تمہیں چھڑایا تھا؟ ہماری جان ہی لینا تھی تو انہیں کو مار ڈالنے دیا ہوتا۔ آہ!

تو از چنگال گرگم در ربودی　　ولیکن عاقبت خود گرگ بودی

بکتا ہوں ہی تمہیں قتل کا شوق ہے تو پہلے مجھے مار پھر اس بھولی پاکدامن کی طرف توجہ کرنا جو یہ بھی نہیں جانتی کہ گناہ کیا چیز ہے؟"

یہ سُن کے اُس بہادر شمشیر زن کے ایک رفیق نے کہا "ہاں فرخ چہرہ کہتی ٹھیک ہے۔ تمہیں ایسی بھولی معصومہ پر ہاتھ نہ اُٹھانا چاہیے تھا۔"

فرخ چہرہ: "مگر یہ غلط کہتی ہے۔ یہ مکار و بے شرم لڑکی بدکار ہے۔"

عالیہ: "بدکار! میری ریحانہ۔ اور بدکار! جھوٹ۔ افترا۔ بہتان۔ آہ حاکم شرع نہیں کہ اس پر پاکدامن عورت کو تہمت لگانے کی حد جاری کرے۔ اچھا ثابت کر کہ اس نے کیا بدکاری کی؟"

فرخ چہرہ: "یہ بابک خرمی کے قلعے سے ہرمزیار کے ساتھ بھاگی۔ ذوق و شوق سے طرخان کے پاس گئی۔ اور اس طرح اُس بدمعاش کے سامنے ہشاش بشاش جا کے کھڑی ہو گئی جس طرح کوئی فاحشہ عورت کسی شہوت پرست زانی کے

سامنے خوش خوش جاتی ہے۔"

عالیہ:۔ "بس یہی اس کا جرم ہے؟ اور اسی جرم پر تو اسکی جان لینا چاہتا ہے؟"

فرخ چہر:۔ "ہان اسی جرم پر۔ یہ تھوڑا جرم ہے؟"

عالیہ:۔ "تو جاہل ہے۔ اور تجھے خبر نہین کہ ہرمزیار اسے کیونکر لے گیا۔ یہ غریب بابک کی قید مین تھی۔ اور شب و روز بہکائی جاتی تھی کہ اُسکی محبوبہ بننا قبول کرے مگر اسے جان دینا منظور تھی اور یہ گوارا نہ تھا۔ اس پریشانی مین ہرمزیار نے اس سے کہا کہ تم میرے ساتھ بھاگ چلو تو مین طرخان کے پاس لے چلون گا۔ طرخان نے ارادہ کر لیا ہے کہ مراغہ پر قبضہ کرنے کے بعد امیرالمومنین المعتصم باللہ کا طرفدار اور اُن کا وفادار خادم بن جائے۔ مگر وفاداری کا ثبوت دینے کی کوئی تدبیر نہین بن پڑتی مین نے اُسکے یہ بات سوجھائی کہ تم کو بابک کے پنجے سے چھڑا کے عزت و حرمت کے ساتھ بغداد مین بھیج دے گا تو امیرالمومنین کو اُس کی وفاداری کا پورا یقین ہو جائے گا۔ میری یہ تجویز اُسے پسند آئی۔ اور مجھے بھیجا ہے کہ تمھین جس طرح بنے لے آؤن۔ اور جیسے ہی تم اُس کے پاس پہونچ جاؤ وہ تمھین بڑی شان و شوکت سے دربار خلافت مین بھیج دے۔ اور مراغہ کی امارت کا فرمان حاصل کرے۔ اس دھوکے مین ریحانہ خوش خوش طرخان کے پاس گئی۔ اُسے یہ نہین معلوم تھا کہ وہان بے آبرو ہونے کے لیے جاتی ہے۔ بلکہ یہ یقین تھا کہ مجھے قید اور ذلت سے نجات ملی۔ اور طرخان مجھے عزت کے ساتھ بغداد مین بھیجے گا۔"

ریحانہ:۔ (نہایت جوش سے) "سچ مچ ہرمزیار نے مجھ سے یہی کہا تھا؟" کیا خبر کہ طرخان نے مجھے کسی بڑے ارادے سے بلایا تھا؟ اوہ! اسکی مجھے اب خبر ہوئی ہے۔ اچھا ہوا وہ بدبخت وہ اور ہرمزیار دونون مار ڈالے گئے۔ مگر اماں تمھین ان باتون کی کیسے خبر ہو گئی؟"

فرخ چہر:۔ "اماں! یہ تمھاری والدہ ہین؟" یہ کہتے ہی اُس نے قریب جا کے عالیہ کی صورت دیکھی اور زور سے چلایا "بے شک وہی ہین! آہ!

مصیبت و رنج و الم نے کس قدر صورت بدل دی کہ میں بالکل نہیں پہچان سکا۔ تلوار پھینک سکے اور سر پیٹ کے" آہ! اُس بیٹے پر لعنت ہے جس نے ماں کا ہاتھ کاٹ ڈالا (عالیہ کے قدموں پر گر کے) آہ اماں جان آپ کا نالائق روسیاہ فرزند علی بن فضل آپ کے قدموں پر پڑا ہے۔ اس گستاخی کی سزا میں اُس کا یہ گستاخ و ناپاک ہاتھ کاٹ کے پھینک دیجئے"

فرخ چہر کی زبان سے جیسے ہی علی کا لفظ زبان سے نکلا دونوں عورتیں بے اختیار اپنی جگہ سے اچھل پڑیں۔ ساتھ ہی ریحانہ کی زبان سے نکلا "میرے بھائی!" اور عالیہ نے بیتابی کے ساتھ کہا "میرا بیٹا علی!" اب بھلا عالیہ میں کہاں تاب تھی؟ بیٹے کو قدموں سے اُٹھا کے چھاتی سے لگا لیا۔ پیشانی چومی آنسو بہائے۔ اور اُس کے چہرے کو غور سے دیکھ کے بولی "آہ یہ پھول سے رخسارے کملا کے کالے پڑ گئے۔ سبزہ آغاز تھا اب ڈاڑھی نکل آئی! آہ چند ہی سال میں یہ پیارا چہرہ کیسا ہو گیا؟" اب ریحانہ بھی دوڑ کے بھائی سے لپٹ گئی! وہ مصیبت ناک زمانۂ فراق کو یاد کر کے زار و قطار رونے لگی۔

تھوڑی دیر کے بعد کہا "بیٹا۔ اب تم بھی اپنا حال بیان کرو کہ اتنے دنوں تک کہاں رہے۔ اور کیا کیا۔ اور اُس آفت سے کیسے بچے؟"

علی "اماں جان آپ کے گرفتار ہو جانے کے بعد میں جان پر کھیل کے باغیوں سے لڑنے لگا۔ آخر زخموں سے چور ہو کے گرا۔ اور وہ لوگ مجھے مردہ جان کے چلے گئے اُن کے چلے جانے کے خدا جانے کتنی دیر بعد مجھے ہوش آیا۔ اور اپنی حالت اُفتاں و خیزاں ایک قریب کے گاؤں میں گیا۔ اور لوگوں سے ہمدان کا ایک باغی فرخ چہر موں مسلمانوں نے نیم جان کر دیا ہے تو شہر بدر کی راہ لی تاکہ اُن لوگوں کے ظلم سے بچوں۔ کہاں پہنچ کے تم لوٹ لیا۔ اور اپنے نزدیک مجھے مار کے ڈال گئے۔ لوگوں وہاں ایک معزز باغی خورزاد مل گیا جس نے مجھے اپنے گھر میں لے گیا۔ میں اب اچھا تھا۔ مگر دل میں کہتا تھا کہ جب

کہ اُن سب کے انتقام میں اپنی زندگی صرف کر دوں۔ چنانچہ اُسی کے ساتھ قلعہ شاہی میں گیا۔ اور حاکم شاہی سے مل کے اُسے اور اُسکے تمام معززین کو قتل کرا کے اُن کے سر بغداد بھجوا دیے۔ اس کے بعد میں قلعہ شاہی سے واپس آ کر طرخان کے گروہ میں شامل ہو گیا۔ اور اُسے اس بات پر آمادہ کیا کہ ہمراہ فریب کر کے اور بابک کو چھوڑ کے خلافت کا فرمان بردار ہو جائے۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ ریحانہ کی آبرو لینے کے درپے ہے تو اُس کے قتل کے درپے ہو گیا۔ اور جب ہرمزیار ریحانہ کو لایا اور وہ خوش خوش اُسکی خوابگاہ میں آئی تو طلیعہ میں آ کے پہلے ہرمزیار کو مار ڈالا۔ پھر ارادہ کیا کہ ریحانہ کو بھی مار ڈالوں مگر اُسی طرخان سے لڑ رہا تھا کہ بغا کبیر کے اشارے سے اسحق بن ابراہیم کے غلام ماہویہ نے کمرے میں گھس کے اُسے قتل کر ڈالا۔ اُس سے فراغت کر کے میں ریحانہ کی طرف پلٹا تو یہ غائب تھی۔ اور دروازہ باہر سے بند تھا۔ مجبوراً کمرے کے پچھواڑے سے کود کے نکلا۔ اور اُسی ریحانہ کی تلاش میں خاک اُڑاتا ہوا یہاں آیا۔"

عالیہ: "خوب وقت پر آئے۔ ورنہ یہ آپکی ڈاکو پھر ہمیں بابک کے مکان میں پکڑ لے جاتے۔"

علی: "اور غنیمت ہوا کہ بے گناہ ریحانہ کی جان بچ گئی۔ آہ دھوکے دھوکے میں میں کیا کر بیٹھنے والا تھا؟" اس کے بعد ماں بیٹے اور علی اور ریحانہ پھر خوشی سے ملے۔ اور اسی وقت مع رفقا کے روانہ ہوئے کہ عراق جا کے سرپرستا میں حاضر ہوں۔ خوش قسمتی سے ایک قافلہ بھی مل گیا کیا خبر کر کے سب نے بغداد کی راہ لی۔

مجھے اب خ

گئے۔ بگڑا

فرخ —

عالیہ

محمد عبد الحلیم شرر

[illegible]

(۱) [illegible]

(۲) [illegible]

(۳) [illegible]

(۴) [illegible]

(۵) [illegible]

(۶) [illegible]

(۷) [illegible]

(۸) [illegible]

(۹) [illegible]

(۱۰) [illegible]

(۱۱) [illegible]

(۱۲) [illegible]

(۲۶) [illegible]

(۲۷) [illegible]

(۲۸) [illegible]

(۲۹) [illegible]

(۳۰) [illegible]

(۳۱) [illegible]

(۱۲) [illegible] تاریخی حالات [illegible]

(۱) ولادت سرورِ عالم مولد شریف مصنفہ علامہ ابو الفرج ابن جوزی کا ترجمہ اور نظم کا نظم میں مجلد [illegible]

تاریخی ناول

[illegible] ایک سچا عاشقانہ تاریخی ناول [illegible]

[illegible] جاہلیت عرب کی مکمل تصویر [illegible] حصہ [illegible]

[illegible] حضرت رسول صلعم کی سوانح عمری [illegible]

حصہ اول [illegible] دوم [illegible] کامل [illegible]

(۱۸) زوال بغداد شیعہ سنیوں کی نا اتفاقی کا عبرتناک [illegible] بغداد کی تباہی [illegible]

[illegible] کی لڑائی [illegible]

[illegible] کی شادی ...

(۳۷) اسرار دربار حرام پور نواب حرام پور [illegible]

(۳۸) ایضاً نمبر ۲ ...

(۳۹) حسن کا ڈاکو اول حرام پور کے نواب کا [illegible]

(۴۰) حسن کا ڈاکو دوم ... ایضاً ...

(۴۱) دلچسپ مصنف کا پیدا زور قلم مکمل

(۴۲) غیب دان دلہن حیرت انگیز غیب دانی [illegible]

ڈرامے اور نظمیں

(۴۳) اسیری اہل گولڈ اسمتھ کے ایک [illegible] کا نظم [illegible]

(۴۴) زمانہ اور اسلام ایک پرسوز و گداز [illegible]

(۴۵) شب غم فراق [illegible]

(۴۶) شہید وفا [illegible]

متفرق

(۴۷) الحکم الرفاعیہ [illegible]